

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً ط (رواه البخاري)

بار اول
۳۳۰۰

وعظ

سلاسل
۶۰

التهذيب ①

(اصلاح نفس کا طریقہ)

بحم لاہور مجلہ المآثر لاہور مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہ
از افادائے

عنوانات و حواشی

مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہ

شعبہ تہذیب و اشاعت

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کراچی بلاک علیہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون ۳۸۸۰۶۰-۳۸۸۰۶۱-۳۸۸۰۶۲ پتہ انارکلی ۷۵۲۲۲۱۳-۷۵۲۲۲۱۸

جولائی ۱۹۹۹ء

ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

التہذیب (۱)

یہ وعظ حضرت والائے نے ۲۹ شعبان سنہ ۱۳۳۲ھ کو جامع مسجد تھانہ بھون میں ساڑھے تین گھنٹے بیٹھ کر "صیام و قیام رمضان کا مجاہدہ معتد بہ ہونا" کے موضوع پر بیان فرمایا۔ اہل علم کا مجمع کم اور عوام کا زیادہ تھا سامعین کی تعداد تقریباً ۲۰۰ تھی۔ یہ وعظ نئی روشنی والوں کے لیے خاص طور سے نافع ہے۔

مولانا محمد عبداللہ لنگوہی نے اسے قلم بند فرمایا۔

کپڑا یا برتن یا بدن اگر آلودہ نجاست و میل کچھیل ہے^(۱) تو اس کا تزکیہ یہی ہے کہ پانی سے اس کی تطہیر و تنظیف^(۲) کر لی جاوے اور مکان میں اگر کوڑا کرکٹ جمع ہے تو اس کا تزکیہ یہ ہے کہ اس میں جھاڑو دی جائے غرض جس قسم کی شے ہے ویسا ہی اس کا تزکیہ ہوگا اور ظاہری گندگی سے پاک کرنا تزکیہ ظاہری ہوگا اور باطنی نجاست سے صفائی کرنا تزکیہ باطنی ہوگا۔

تزکیہ باطنی کی ضرورت

ہر چند کہ آیت میں معنی عام بھی لے سکتے ہیں لیکن چونکہ تزکیہ ظاہر کو سب جانتے ہیں اس لیے میں تزکیہ باطنی ہی کو ذکر کروں گا خواہ اس کو یہ سمجھا جاوے کہ مدلول آیت کا یہی ہے^(۳)۔ اور یا یوں سمجھا جاوے کہ جزو مدلول ہے^(۴) اور وجہ اس میری تخصیص کی یہ ہے کہ تزکیہ ظاہری کی طرف سے اس قدر بے التفاتی نہیں ہے جس قدر کہ لوگوں کو تزکیہ باطنی سے ہے اس لیے کہ جن چیزوں سے تزکیہ ظاہری کا تعلق ہے ان میں سے بعض سے بہنا طبعی امر ہے اور بعض سے ضرعی مثلاً کا ذرات^(۵) سے اپنے بدن یا کپڑے کو بچانا امر طبعی ہے یہاں طبع کا اقتضا ہے کہ ان چیزوں سے بچو اور بعض نجاست وہ ہیں کہ ان کو شریعت نے نجاست قرار دیا ہے جیسے منی نکلنے سے تمام بدن کا تزکیہ کرایا ہے^(۶) اور حیض و نفاس سے نیز تمام بدن دھلویا ہے^(۷) اور حال تزکیہ ظاہری خواہ طبعیت کی وجہ سے ہو یا شریعت کے اتباع سے ہو اس کا اہتمام اور اس کی ضرورت کو سب

(۱) نجاست اور میل کچھیل میں برابر ہے (۲) صفائی اور پاکیزگی (۳) آیت سر اجتاس بر دلالت کرتی ہے (۴) دلالت کا ایک حصہ ہے (۵) پیشاب پانانے و حیرہ سے اپنے کپڑے بچانا (۶) غسل کرنے کا حکم دیا ہے (۷) حیض وہ خون ہے جو عورت کو براہ آتا ہے اور نفاس وہ خون ہے جو لہو کی پیدائش کے بعد آتا ہے اس کے بعد بھی غسل کرنا واجب ہے۔

مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور جانتے ہیں اور ان سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔
 بخلاف تزکیہ باطنی کے کہ بعض تو اس کی ضرورت ہی کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اور
 جو کرتے ہیں وہ اس کی طرف سے بے التفاتی کرتے ہیں^(۱) ایسے افراد تو بہت
 پائے جاویں گے جو شراب سے بچیں گے پیشاب سے حترز ہوں گے اگر کھیں
 چھینٹ لگنے کا احتمال بھی ہوگا تو تمام کپڑا ہی دھو ڈالیں گے لیکن ایسے بہت کم
 ہیں کہ ان کا تقویٰ اکمل و شرب^(۲) میں بھی پایا جاتا ہو چنانچہ رشوت کا مال کھا
 جائیں گے، سود کی کچھ پروا نہیں کریں گے۔ قرض لیکر نہ دینے کو ریاست کا جزو
 سمجھیں گے ہاں ظاہری وضع درست کر لیں گے ڈاڑھی لمبی ہے پاجامہ ٹخنوں سے
 اوپر کرتا نیچا ہے تاکہ اکتیاء^(۳) میں شمار ہو کر اعتبار بڑھ جاوے اور نیز اس میں
 نفس کو بھی کلفت^(۴) نہیں ہوتی اور جن امور میں نفس کو مشقت ہوتی ہے جیسے
 کسی کی زمین دہی ہوتی ہے اس کو چھوڑ دینا رہن کی آمدنی نہ کھانا یا جن امور میں جاہ
 کی کچھ کمی ہوتی ہے جیسے کسی غریب آدمی کو ستایا تھا اس سے خطا معاف کرانا ایسے
 امور کا کچھ بھی اہتمام نہیں تزکیہ کی یہ قسم القاع میں بہت قلیل ہے^(۵)۔ بہت
 کم افراد کو اس کا اہتمام ہے اور ان میں سے بھی اگر کسی کو اہتمام بھی ہے ان ہی
 چیزوں کا ہے جن کا معصیت^(۶) ہونا بہت مشہور اور ظاہر سے بھی کچھ متعلق ہے
 باقی جو تزکیہ غیر مشہور اور محض متعلق باطن کے ہے اس کا کسی درجہ میں بھی
 اہتمام نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ، حاصل یہ ہے کہ نجاست باطن سے بچنا یہ
 تزکیہ باطنی ہے اور اسی کو آیت کا مدلول قرار دیتا ہوں۔

(۱) بے توجہی بہت ہے، (۲) کھانے پینے میں (۳) نیک لوگوں (۴) مشقت (۵) تزکیہ کی یہ قسم واقع
 ہوئے ہیں بہت کم ہے (۶) گناہ

وضوء سے گناہوں کی معافی کا مشاہدہ

چنانچہ جناب باری عزاسمہ ارشاد فرماتے ہیں: قد افلح من زكها الخ یعنی بیشک کامیاب ہوا وہ شخص جس نے نفس کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو مٹی میں ملا دیا اول بیان کیا گیا تھا کہ جس قسم کی شے ہوگی اسی طرح کا اس کا تزکیہ ہوگا پس نفس کا پاک کرنا پانی سے نہ ہوگا اور نیز ظاہری نجاست سے بچنا ہی مراد نہیں اس لیے کہ ضمیر نفس کی طرف راجع^(۱) ہے اور نفس پانی سے پاک نہیں ہوتا یاں اس معنی کہ پانی مؤثر ہو سکتا ہے کہ تطہیر ظاہری^(۲) بدن دھونے کا اثر نفس پر ہوتا ہے چنانچہ امام غزالی نے اس کی تصریح کی ہے اور گودلیل اس پر قائم نہیں کی مگر وہ اس کا مشاہدہ کراتے ہیں کہ دیکھو جب آدمی غسل کرتا ہے یا وضو کرتا ہے تو باطن میں ایک ایسا انصراف اور تکلف^(۳) پاتا ہے جو پہلے نہیں تھی ایک دن ایسا لو کہ پانچوں نمازیں اس میں تازہ وضو کر کے پڑھی ہوں اور دوسرا دن ایسا لو کہ ایک وضو سے سب نمازیں پڑھی ہوں پہلے دن میں زیادہ نور اور انصراف^(۴) اور تکلف^(۵) پائے گا اور دوسرے میں ایک قسم کی پڑھو گی^(۶) اور نور کی کمی دیکھے گا۔ اور لیجیے استہتا کرنے کے بعد اور وضو سے پہلے باطن میں ایک خاص حالت ہوتی ہے کہ وہ نہ نور ہے نہ ظلمت ایک خلوا^(۷) کی سی کیفیت ہوتی ہے اور وضو کے بعد غور کیجیے کہ ایک نور ہوگا اور طبیعت تازہ ہوگی اور کسل^(۸) اور کدورت بالکل دور ہو جاتی ہے اور ایک بات اسی وقت سمجھ میں آتی وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ وضو سے گناہ دھلتے ہیں تو عجب نہیں ہے کہ یہ انصراف اور نور جو وضو کے بعد ہر مومن کو محسوس ہوتا ہے یہ اسی کا اثر ہو اس لیے کہ گناہ سے ظلمت

(۱) رتھا میں جا۔ ضمیر نفس کی طرف لوٹ رہی ہے (۲) ظاہری پاک کا اثر (۳) بیاضت (۴) اسردگی (۵) دل ہر قسم کی کیفیت سے خالی ہوتا ہے (۶) سستی

کہدورت سیاہی کا قلب پر ہوجانا تو حدیث سے معلوم ہوتا ہی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک دھبہ سیاہ لگ جاتا ہے اگر تو بہ کر لے تو وہ زائل ہوجاتا ہے اور اگر پھر گناہ کیا تو ایک اور نکتہ سیاہ لگ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ گناہ کرتے کرتے سیاہی قلب کو محیط^(۱) ہوجاتی ہے۔ پس جبکہ گناہ سے ظلمت ہوتی ہے تو وضو سے گناہ معاف ہو کر اس ظلمت میں کمی ہوتی ہے اس لیے اس کا احساس ہوتا ہے اور اسی کی خبر دی گئی ہے کہ وضو سے گناہ دھلتے ہیں۔

قبولیت اعمال کی شرط

سبحان اللہ اعمال خمریہ کی عجیب خاصیت ہے کہ ان میں اغلاص اگرچہ کم ہو لیکن وہ اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہتے۔ اسی واسطے تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

مثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ و
تشیبتا من انفسہم کمثل جنة بربوة اصابها وابل فانت اکلھا
ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل^(۲)۔

(یعنی جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا مندی طلب کرنے کے واسطے خرچ کرتے ہیں ان کا حال ایسا ہے جیسے ایک اونچے ٹیلہ پر ایک باغ ہو اس پر زور کی بارش ہو پس اس باغ نے دو چند^(۳) چل دیا اور اگر بارش سنت نہ سینچے تو شبنم ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ نے اس مثال میں مسلمانوں کے قلب کو ایک صالح زمین قرار دیا ہے اور اعمال صالحہ مثل تخم^(۴) کے ہیں اور اس قلب کو ایسی قابل زمین قرار دی ہے کہ اگر اغلاص جو بجائے بارش کے بے کافی مقدار میں نہ ہو تو تھوڑا سا اغلاص جو بجائے

(۱) پر سے دل کو گھیر لیتی ہے (۲) البقرہ آیت ۲۶۵ (۳) دو گن (۴) بیج

جہنم کے لیے وہی کافی ہو جائے گا اور اونی درجہ جو دس گونہ حسنات^(۱) ہے اس کو میسر ہو جائے گا پس اگر پورا اخلاص نہ ہو مگر یا بھی نہ ہو جیسی ہماری حالت ہے کہ نہ ریا ہوتی ہے نہ اخلاص مساوات سی ہوتی ہے تو انشاء اللہ امید ہے کہ اتنا بھی کافی ہے ہمارا یہی وضو یہ نماز گو مخلصین جیسا وضو نماز نہیں ہے لیکن امید ہے کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں گے۔

تواضع میں غلو

اس مقام پر تنبیہ کے لیے ایک بات ضروری یاد آگئی ہے وہ یہ کہ بعض مرتبہ آدمی تواضع میں آکر کھتا ہے کہ ہماری کیا نماز کیا روزہ اور اپنے ان اعمال کو حقیر سمجھتا ہے۔ کھتا تو ہے یہ تواضع کے لیے لیکن بعض اوقات یہ بات جمود نعمت^(۲) کی طرف مفضی ہو جاتی ہے یاد رکھو جس قدر یہ تم کرتے ہو یہ بھی نعمت ہے، اس پر شکر کرنا چاہیے اور آگے کو ہمت کرنا چاہیے ہم تو اس کے بھی مستحق نہ تھے اللہ تعالیٰ ایسی ہی وضو اور ایسی نماز کی توفیق دے یہ بھی ان کا فضل ہے انشاء اللہ حق تعالیٰ کے یہاں اعمال قدر کے ساتھ دیکھے جاویں گے اور مراتب علیا نہ^(۳) سہی عذاب جہنم سے تو انشاء اللہ امید ہے کہ نجات ہو جاوے گی مراتب علیا تو بڑے لوگوں کو مبارک ہوں ہم بخدا اس پر راضی ہیں کہ ہم کو سزا سے خلاصی ہو جاوے پس ان اعمال کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔

اپنے اعمال کی حقیر نہ کرو

بہت لوگ اس انتظار میں ہیں کہ نماز جب پڑھیں گے جبکہ حضور قلب^(۴)

(۱) دس گنا نیکیاں ہیں (۲) نعمت کے انکار تک پہنچ جاتی ہے (۳) بند مرتبہ نہ سی (۴) دل نماز میں حاضر ہو گا جیسی ستوہ ہو گا

ہوگا ہم کیا نماز پڑھیں، دل میں تو ہمارے دنیا کے بکھیرے بھر رہے ہیں۔ جب قلب پاک و صاف ہوگا اس وقت نماز پڑھیں گے۔ یاد رکھو یہ نفس کا بڑا کید^(۱) ہے ظاہر میں تواضع ہے مگر واقع میں یہ تکبر ہے اس لیے کہ جو حالت اور جو وقت اس نے اپنے لیے نماز کا تجویز کیا ہے اس وقت کی نماز کو یہ سمجھتا ہے کہ یہ نماز اس دربار کے لائق ہے حالانکہ اگر ہم عمل کرتے کرتے ہزاروں بار بھی مر مر کر زندہ ہو جاویں جب بھی ہم ناقص ہیں اور ہمارے اعمال اس وقت بھی ناقص ہی ہیں کسی طرح اس قابل نہیں ہیں کہ اس بارگاہ میں پیش ہوں ہم اور ہمارے اعمال ہر وقت ناقص ہی ہیں ہمارا اپنے اعمال کو ناقص سمجھنا ہی کمال ہے۔ پس اس حالت میں جبکہ یہ اعمال ناقص ہیں اور یہ شخص بھی ان کو ناقص سمجھتا ہے نقص ان میں کم ہے اور جو حالت اس کو مطلوب ہے اور اس کے حصول کے وقت یہ ان اعمال کو کامل سمجھے گا اس وقت کے اعمال نقص میں بڑھے ہوئے ہیں اس لیے کہ ناقص تو دونوں ہی حالت میں ہیں لیکن اس کے کامل سمجھنے نے نقص کو اور بڑھا دیا ہے مریض اپنی نماز کو ناقص سمجھتا ہے اور تندرستی کی حالت میں نماز کو کامل سمجھتا ہے، حالانکہ معاملہ برعکس^(۲) ہے اس لیے مقصود تو مٹا ہے اور غایت تیزل^(۳) ہے جہاں یہ معنی پائے جاویں گے وہی کمال ہے ہماری نماز ہمارا روزہ ایسا ہے جیسے مولانا ارشاد فرماتے ہیں۔

ایں قبول ذکر تو ازرِ رحمت است چوں نماز مستحاضہ رخصت است

(یہ آپ کا ہمارے ذکر کا قبول فرمانا رحمت ہی سے ہے جیسے مستحاضہ^(۴) کی نماز

(۱) نفس کا بڑا کید ہے (۲) معاملہ اس کا الٹ ہے (۳) انتہائی ہستی اعتبار کرنا (۴) مستحاضہ وہ عورت کھوتی ہے جس کو حیض کے خون میں مدتِ مقررہ سے بھی زیادتی ہوگی اسکا زمانہ والی عورت کو خون آسنے کے باوجود نماز صحت سمیں اور وہ جہاں خون کے باوجود ہر نماز کے لیے وضو کرے اور اس وقت میں اس کو پڑھ لے وہ صریح نماز کے لیے اس کے وقت میں دو سرا وضو کرے تو جس طرح اس کی نماز باوجود ناہالی پائے جانے کے قبول کی جاتی ہے، اسی طرح ہمارا ذکر باوجود قلبی ناہالی کے مقبول کیا جاتا ہے

رضخت کی بنا پر قبول فرمائیے ہیں)

حق تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ہم کو اس کی توفیق عطا فرمائی۔ ع

بڑا ہوسے اگر ایسے ہم نہ ہوسے

اگر یہ نماز بھی نہ ہوتی تو کیا کر لیتے اور کیسی سخت مصیبت کا سامنا ہوتا۔
چنانچہ بعض دفعہ کسی حاضر کی وجہ سے اس ناقص نماز میں تاخیر ہو جاتی ہے یا بالکل
فوت ہو جاتی ہے تو کیسا غم سوار ہوتا ہے۔

بردل سالک ہزارا غم ہوا چوں زبا نغے دل خلوے کم ہوا

(سالک کے دل پر ہزاروں غم طاری ہوتے ہیں اگر ذرہ بھر بھی اس کی باطنی حالت
میں کمی ہوتی ہے)

اس وقت اس ناقص عمل ہی کی قدر ہوتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ اگر
بالکل بھی توفیق نہ ہوتی تو کیسی مصیبت ہوتی ہر حال یہ نماز روزہ بھی حق تعالیٰ کی
بڑی نعمت ہے اگر تھوڑا سا بھی خلوص ہوگا تو نجات کے لیے کافی ہے جیسے نفقات
کے مثل^(۱) میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ شہنم ہی کافی ہے۔

شہبہ اور اس کا حل

اب یہاں پر یہ شہبہ ہوگا کہ جب اپنی نماز کو کافی اور کامل سمجھا تو یہ تو
کبر^(۲) ہے بات یہ ہے کہ ایک صورت سے کبر نہ ہوگا وہ یہ کہ اپنے کو تو بے قدر
سمجھے اور یہ جانے کہ میں اس نعمت کے بھی قابل نہ تھا اور نماز کو بے قدر نہ جانے
گو اس کو کاملین کے درجہ کی نہ جانے لیکن یہ سمجھے کہ میں ایسے نماز کے بھی قابل نہ
تھا اس کی توفیق ہو جانا یہ بھی میری مقدار سے کم ہیں زیادہ ہے اس طور سے شکر اور

(۱) اللہ میں یسغفون اور اللہ کی مثال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو چہ چکھے گذر کجی سے (۲) کبر

تواضع دونوں جمع ہو جائیں گے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کو نہایت بھوک لگ رہی ہو اور کہیں سے کچھ نہ ملتا ہو اور اتفاق سے کسی نے روکھی روٹی دیدی تو وہ اس کا بہت ممنون ہوگا اور اس کی قدر کرے گا لیکن اس کو دوسروں کی نعمتوں پلاؤ رزدے سے کم بھی جانے گا اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھے گا کہ میرے لیے تو یہی پلاؤ اور قورمہ ہے اگر یہ بھی نہ ہوتی تو بلاک ہی ہو جاتا۔

طاعات سے تزکیہ نفس ہوتا ہے

غرض حضور ﷺ کے اس ارشاد سے کہ وضو سے گناہ دھلتے ہیں یہ معلوم ہوا کہ طاعات^(۱) کے درمیان یہ خاصہ ہے کہ اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے تو اس اعتبار سے طہارت ظاہرہ سے بھی نفس کا تزکیہ ہوتا ہے کہ اولاً جسم کا تزکیہ ہو اور بواسطہ اس کے نفس کا اور اسی طرح دیگر اعمال سے بھی تزکیہ نفس کا ہوتا ہے گو بواسطہ سعی اور تزکیہ بلا واسطہ مراد لیا جاوے تو آیت میں صرف تزکیہ باطنی مراد ہوگا ہر حال آیت کا مدلول عام لیا جاوے یا خاص مگر میرا مقصود یہاں پر وہ اعمال ہیں جن سے تزکیہ بلا واسطہ ہوتا ہے۔

پاک کردن اور پاک گفتن میں فرق

بیچ میں ایک شبہ کو بھی دفع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ شبہ عامیانا نہ ہے لیکن آج کل مصیبت یہ ہے کہ ہر شخص مجتہد ہے اگر ترجمہ اردو قرآن و حدیث دیکھنے کا شوق ہے یہ شوق تو برا نہیں لیکن ہر کام کی تدبیر اور قاعدہ دنیا میں ہے کہ ہر کام کا ایک استاد ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ کسی استاد سے یہ ترجمہ پڑھیں اپنی

رائے کو مدخل نہ دیں شبہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے یہاں تو تزکیہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اور ایک مقام پر ارشاد ہے۔ فلا تزکوا انفسکم^(۱) تو بظاہر یہاں تزکیہ سے نفی^(۲) ہے تو اس سے اردو ترجمہ دیکھنے والے کو جبکہ اس کو علم نہ ہو سنت حیرانی ہوتی ہے کہ یہ کیا بات ہے۔ بات یہ ہے کہ تزکیہ کے دو معنی آتے ہیں پاک کردن و پاک گفتن^(۳) جہاں فضیلت بیان فرمائی ہے وہاں تو معنی اول^(۴) مراد میں اور جہاں نفی ہے وہاں معنی ثانی^(۵) اس لیے کہ باب تفعیل کا خاصہ یہ بھی ہے کہ ماخذ کو اپنی طرف منسوب کرنا پس جہاں نفی ہے وہاں یہی معنی مراد ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نفس کو پاک تو کر لیکن اس کرنے کے بعد اس کو پاک مت کہو اور ناپاک سمجھو خلاصہ یہ ہے کہ کردار کی تاکید ہے اور گفتار سے تعدیر ہے^(۶)۔

کار کن کار بگذا از گفتار کار کن رہیں راہ کار باید کار^(۷)
حضرت شیخ شیرازی فرماتے ہیں۔

قدم باید اندر طریقت نہ دم قدم اصلی نہ اردوی بے قدم^(۸)
زرے دعویٰ سے کچھ نہیں ہوتا کام کرنا چاہیے ایک بزرگ وحدۃ الوجود کے بارے میں فرماتے ہیں۔

مغور سنن مشوک توحید ندائی واحد دیدن بود نہ واحد گفتن^(۹)

(۱) اپنے نفسوں کو پاک مت کہو (۲) بظاہر اس آیت میں تزکیہ کرنے کی ممانعت ہے (۳) تزکیہ کے دو معنی آتے ہیں پاک کرنا اور پاک کہنا (۴) طے معنی (۵) دوسرے معنی (۶) کرنے کا نیک ہے اور کھنے کی ممانعت ہے (۷) کام کو کام صرف باتیں کرنا چھوڑو اس راستے میں کام کرنا ہی مسزن پر پہنچاتا ہے (۸) طریقت میں قدم رکھنا مفید ہے صرف باتیں کرنا کار آمد نہیں ہے (۹) نظموں میں اللہ کی وحدانیت کا اظہار کر کے مغور نہ ہو جاؤ اس لیے کہ ہر چیز میں اللہ کی وحدانیت کا مشاہدہ کرنا ہی حقیقی وحدانیت ہے نہ کہ صرف زہاں سے واحد کہنا

یعنی وحدۃ الوجود واحد دیدن ہے واحد گفتن نہیں ہے یعنی توحید بمعنی وحدۃ الوجود وہ ایک حالت ہے وہ کوئی مضمون علمی نہیں ہے جس پر وہ حالت گذرتی ہے وہ اس کا شاہدہ کرتا ہے پس غرض فلا تزکوا انفسکم میں دعویٰ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے چنانچہ قرینہ اس کا یہ ہے کہ اس کے بعد فرماتے ہیں ہو اعلم بمن اتقی^(۱) اگر پاک کر دین کے معنی ہوتے تو اعلم نہ فرماتے پس دعوے کی ممانعت ہے۔

حقوق اللہ کی ادائیگی میں لگنا ضروری ہے

واقعی اگر آدمی غور کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ جس درجہ کی بھی پاکی حاصل کرے حق تعالیٰ کی درگاہ کے لائق کسی طرح نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ جو طاعات^(۲) زبان سے ادا ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ زبان ایسی چیز ہے کہ اس سے ہم جو چاہیں اور جس قدر چاہیں عمل ہو سکتا ہے لیکن حق تعالیٰ کے وہ حقوق بھی ادا نہیں ہوتے اور ہمارے تو کیا ہستی ہے سید المادین^(۳) خود ارشاد فرماتے ہیں۔
لا احصی ثناء علیک انت کما اتنیت علی نفسک^(۴)

اسے برتر از خیال و قیاس و گمان و ہم وز برچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بنایاں رسید عمر ما بچناں در اول وصف تو ماندہ ایم
(اسے اللہ آپ خیال اور قیاس اور گمان اور ہم سے برتر ہیں اور جو کچھ لوگوں نے
بیان کیا اور جو کچھ ہم نے سنا اور پڑھا ہے اس سے آپ برتر ہیں دفتر تمام ہو گیا
اور عمر انتہا کو پہنچ گئی ہم ایسے پہلے ہی وصف رہے ہیں)

(۱) وہ خوب جانتا ہے کہ کون مستحق ہے (۲) عبادات (۳) محمد رسول اللہ ﷺ (۴) میں آپ کی تعریف کا
اردہ کر سکتا ہوں آپ کی وہی تعریف ہے جو آپ نے خود کی ہے

اور ایک بزرگ کہتے ہیں۔

نہ گردد و قطع ہرگز جاوہ عقل از دوید نہا

کہ می بالہ بہ خو و این راہ چوں تا کہ از برید نہا^(۱)

میں اس مقام میں کلام کو اس لیے طویل زیادہ^(۲) دیا ہے کہ آج کل لوگ کچھ ذکر و شغل کر کے اپنے کو عارف اور شائل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ راہ^(۳) پورا کبھی بھی قطع نہیں ہوتا جتنا زیادہ قطع کرو اتنا ہی زیادہ بڑھتا ہے اور بظاہر یہ خلاف عقل معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ کسی راہ کو جتنا قطع کرتے ہیں وہ تو گھٹا کرتا ہے بات یہ ہے کہ جس قدر معرفت بڑھتی ہے نظر صحیح ہوتی جاتی ہے اور حق تعالیٰ کے حقوق اور عظمت کا مشاہدہ زیادہ ہوتا ہے اور اس کے لیے لازم ہے کہ اپنا عجز اور کوتاہی بھی ساتھ ساتھ بڑھے پس سادک کی جس قدر معرفت بڑھے گی اس کو یہ معلوم ہوگا کہ میں بیچ در بیچ ہوں اور میں نے راستہ کا ایک قدم بھی طے نہیں کیا اور خدا تعالیٰ کا ایک حق بھی ادا نہیں کیا اگر خدا تعالیٰ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگیں تو کھین ٹھکانا نہیں اس لیے کہ حقوق تو ہم ادا کر ہی نہیں سکتے اسی واسطے اس کا مواخذہ نہ ہوگا کہ ہمارے حقوق پورے کیوں نہیں ادا کیے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ادائے حقوق میں کیوں نہیں لگے۔

عمل سے نجات نہیں ہوگی بلکہ رحمت الہی سے ہوگی

ایک بات جملہ معتزضہ کے طور پر اور دیکھو کہ اس مقام پر عقل تو ادائے تمام حقوق کا فتویٰ دیتی ہے اور حقوق کا ادائے تمام ممکن نہیں تو یہ آپ کی عقل

(۱) تیرہ روزے سے عقل کا میدان ختم نہیں ہوتا اس لیے کہ تو جتنا اس کو قطع کریگا یہ اتنا بڑھے گا (۲) زیادہ تفصیل سے کلام اس لیے کیا (۳) راستہ

جس پر آپ کو ناز ہے آپ کو مجرم بنانا چاہتی ہے۔ اگر شریعت نہ ہوتی جو کہ
 اداے حقوق میں لگ جانے پر کفایت کرتی ہے اور عقل ہی پر مدار ہوتا تو سب
 بلاک ہوتے لیکن حق تعالیٰ نے رحمت فرمائی اور مدار کار^(۱) ہماری عقل پر نہیں رکھا
 چنانچہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کہ کسی شخص کو اس کے عمل سے نجات نہ
 ہوگی بلکہ رحمت سے ہوگی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ولا
 انت یعنی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کو بھی عمل سے نجات نہ ہوگی "قال
 ولا انا الا ان يتغمدني الله برحمته" فرمایا مجھ کو بھی نجات نہ ہوگی،
 مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور وہ اس کی یہ ہے کہ حق
 تعالیٰ کی شان کے موافق ممکن الوجود شخص سے عمل نہیں ہو سکتا خواہ نبی ہو یا ولی
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسان ہیں اللہ نہیں^(۲) ہیں ہاں انسان کامل بلکہ اکمل
 الکاملین میں اس لیے عمل کسی کا نجات^(۳) دینے والا نہیں تو دیکھو ہم نے عقل کو
 وکیل بنایا تا مگر حاکم حقیقی نے اس کی وکالت کو نہیں قبول کیا اور اس بے سٹرکی
 بکواس کو رد کر دیا اور یہ فرمایا کہ اگر ہم تمہارے بے سٹرکی تقرر پر فیصلہ کریں گے
 تو تم سب مقدمہ میں ناکام سیاب ہو کر جیل خانہ میں رہو گے لہذا ہم اس کی تقرر
 نہیں سنتے اور اپنے مزاج خسر وانہ سے تم کو خلاصی بخشتے ہیں یعنی ہم اس کو نہیں
 دیکھتے کہ تم نے ہمارے حقوق ادا بھی کیے ہیں ہاں ہم اس کا ضرور انتظار کریں گے
 کہ حقوق کے اندر مشغول بھی تھے یا نہیں اس لیے ارشاد ہے هو اعلم بضم
 اتقنی یعنی یہاں تم اپنے کو پاک نہ کہو۔ پاک اور مستحق کا علم تو اللہ کو ہے کہ کون
 ہے واللہ ثم واللہ^(۴) کہ اگر انسان کو اپنی قدر اور حیثیت کا اندازہ اور صحیح علم

(۱) کام کی مدار (۲) معبود نہیں (۳) اور بعض آیات سے جو معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور نعم جنت اعمال
 کا بدلہ ہے تو اس کو بدلہ اور جزا بتائیں رحمت ہے (۴) جان (۵) قسم سے خدا کی اور مگر قسم سے

ہو جاوے تو یہ کھتے ہوئے بھی حرم آوے کہ انا موجود^(۱) چھ جائے کہ یہ کھئے انا کذا و انا کذا^(۲) حق تعالیٰ کی قدرت اور عظمت چونکہ پیش نظر نہیں ہے اس لیے یہ سب دعویٰ میں تحقیقات جدیدہ سے ثابت ہوا ہے کہ ایک قطرہ پانی میں خوردبین کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس قدر کیرٹھے ہیں جس قدر کہ تمام دنیا کے آدمی اور پلٹے میں اور پھرتے ہیں کھاتے ہیں اور ان میں آنکھ، ناک، منہ، ہاتھ، پیر، داغ سب کچھ ہے اللہ اکبر اور اس مضمون کا سترہ^(۳) جو کہ اس کے ایراد سے مقصود ہے آگے آوے گا۔

اللہ سے نیک گھمان رکھنا چاہیے

دیکھو ایک قطرہ میں اتنے کیرٹھے ہیں اور پھر وہ قطرے آپ پیتے ہیں خدا تعالیٰ ہی ماحقت کرتے ہیں۔ خبر بھی نہیں کہ ہم کیا کھاتے ہیں کیا پیتے ہیں۔ یہ خوردبین تھوڑے دنوں سے ہو گئی ہے اس سے یہ علم ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈاکٹروں نے یہ بانگ دیا کہ یہ طاعون ان کیرٹوں کی وجہ سے ہے۔ جب پانی خراب ہوتا ہے تو ان میں سمیت^(۴) آجاتی ہے۔ لوگوں کو بھی ان کے کھنے کا یقین آ گیا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ جیسا گھمان آدمی کا ہوتا ہے ویسا جو بھی جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ جب ان کیرٹوں میں طاعون کا خیال بندھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی طاعون اس میں پیدا کر دیا۔ ورنہ ان تحقیقات سے پہلے نہ طاعون تانا نہ کچھ سماج کو اس پر ایک حدیث یاد آئی۔

جناب رسول اللہ ﷺ ایک بیمار کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔

(۱) میں موجود ہوں (۲) میں ایسا ہوں اور ویسا ہوں (۳) نیزہ اس مضمون کا آگے بیان کریں گے درمیان میں ایک اہم مضمون بیان کر رہے ہیں (۴) زہریلہ ہیں

دیکھا کہ اس کو بخار ہے فرمایا لا ہنس ظہور انشاء اللہ تعالیٰ یعنی کچھ حرج نہیں یہ بخار تسمارے حق میں مٹھہر^(۱) ہے اللہ اکبر عیادت کا حق بھی حضور ﷺ سے زیادہ ادا کرنے والا کون ہوگا۔ عیادت کی غرض اصلی تسلیہ^(۲) ہے اور تسلی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ جس شے کو وہ ضرر^(۳) سمجھتا ہو اس کو حضور ﷺ نفع کے افراد میں داخل کر دیں^(۴) یہ تو ایسی تسلی ہے کہ طبیعت میں اس قدر تسلی اس سے ہونی چاہیے کہ مرض بھی نہ رہے لیکن اس تسلیہ کی اس بیماریا نے قدر نہ کی وہ ایک ضعیف الایمان بڑھا تا۔ کہتا ہے۔

کلا بل حمی تقور علی شیخ کبیر تزیرو القبور^(۵) فرمایا اچھا یوں ہی سہی چنانچہ وہ بڑھا اسی میں ختم ہو گیا۔ غرض تم کو اگر طاعون پسند ہے تو طاعون بھی موجود ہے اور اگر شفا چاہتے ہو تو شفا بھی ہے۔ صاحبو حق تعالیٰ سے عافیت اور امن مانگنا چاہیے اور یہی گمان بھی رکھنا چاہیے۔ ہاں اگر اس کے بعد بھی بحکمت الہیہ استراحت^(۶) ہو جائے تو صبر کرنا چاہیے۔ بعض لوگ بہت بے صبر ہوتے ہیں اور مصیبت میں ایسے کلمات بول اٹھتے ہیں کہ ایمان تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ہاں جو اللہ والے ہیں وہ ایسے مواقع میں بھی مستقل رہتے ہیں۔

چنانچہ ایک بزرگ نے دیکھا کہ لوگ بھاگے جا رہے ہیں کسی سے پوچھا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں۔ کہا کہ طاعون سے بھاگ رہے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یا طاعون حذ نہ الیک یعنی اسے طاعون تو مجھ کو لے لے ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ زبان حال سے یوں کہتے ہیں۔

(۱) تم کو گناہوں سے پاک کرنے والا ہے (۲) مریض کو تسلی دینا (۳) نقصان دہ (۴) لاکھ مند ہونا بتائیں (۵) سرگرمیوں سے بچو یہ تو ایسا بخار ہے کہ جو ایک بوڑھے کو قبر میں پہنچا کر (۶) اللہ کی نکت میں کبھی جتنے طاعون ہو جائے تو صبر کرے

تھوڑے نصیب و دشمن کہ شود بلاک تیغ
 (دشمن تو یہ چاہتا ہے کہ تیری تلوار ٹوٹ جائے، مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ انہی دھکی کا
 کھنا پورا نہ ہو دوستوں کے سر سلامت چاہیے تاکہ تو اپنے خیمہ کی مشق کرتا رہے) ا
 الماصل طاعون کا سبب موثر کیرٹسے وغیرہ کچھ نہیں ہیں۔ یہ محض وہم ہے
 اگر ایسا ہوتا تو جو لوگ طاعونیوں سے ملے جلتے رہتے ہیں ان کو طاعون ضرور ہونا
 چاہیے تھا حالانکہ ہستوں کو باوجود ان کی تنہا کے بھی نہیں ہوتا۔ کانپور میں میرے
 بعض دوستوں نے طاعون کے ایام میں التزام^(۱) کر لیا تھا کہ ہم جنگلیان
 طاعون^(۲) کی خدمت کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اول سے آخر تک تمہیز و تکفین
 وغیرہ سب کچھ کیا لیکن وہ بیمار تک بھی نہ ہوئے۔ اچھے خاصے اب بھی موجود ہیں
 یہ زرا^(۳) وہم ہے۔

غلبہ وہم سے کبھی اثر بھی ہو جاتا ہے

وہم سوار ہو جاتا ہے اور وہم ایسی شے ہے کہ جب اس کا غلبہ ہوتا ہے تو
 واقعی اثر بھی ہو جاتا ہے، ہمارے استاد مولانا فرماتے تھے کہ وہلی میں ایک ڈوم تھا۔
 رمضان المبارک کے دنوں میں مسجد میں قرآن سنا کرتا تھا۔ مومن خاں شاعر سے اس
 نے کہا کہ خاں صاحب جب قرآن میں وہ سورۃ آوے^(۴) جو مردوں پر پڑھی جاتی
 ہے مجھ کو ایک روز پہلے اطلاع کر دیجیے میں اس روز نہ آؤں گا۔ ایک روز مومن خاں
 نے کہا کہ بڑے میاں وہ سورۃ تو آگئی فوراً اس کو بخار چڑھ آیا اور مردوں کی طرح
 گھبر جا کر لیٹ رہا اور ایسا وہم سوار ہوا کہ تیسرے دن مر گیا۔
 قاضی عبداللہ صاحب کبھی نقل فرماتے تھے کہ یہاں ایک سال غالباً جاوہر کے

(۱) ہتھام (۲) طاعون میں جھکو، لوگوں (۳) صرف وہم ہے (۴) یعنی سورۃ یٰس

رہیں حج کرنے کے لیے آئے تھے اتفاق سے ان کی بی بی کو میضہ پڑا نئی نئی شادی کی تھی بی بی کو چاہتے بہت تھے۔ نواب صاحب کو بے انتہا گھبراہٹ ہوئی حتیٰ کہ اسی غم میں ان کی روح تحلیل "مبوگئی اور بیوی صاحبہ اچھی خاصی سو گئیں ظہر کے وقت نواب صاحب کا جنازہ حرم میں آیا جم کو افسوس ہوا کہ مر لیضہ مر گئیں نواب صاحب کو کیسارنج جوگا تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ نواب صاحب کا جنازہ ہے۔

بیماری خدا کے چاہنے سے لگتی ہے ورنہ نہیں

اسی واسطے شریعت نے بیماری کے لگنے میں بہت اچھا فیصلہ کیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ چاہتے ہیں، بیماری لگتی ہے جب نہیں چاہتے نہیں لگتی اور اسی طرح تمام اسباب کے متعلق شریعت کا یہی فیصلہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ چاہتے ہیں اسباب کے بعد سبب کو پیدا کر دیتے ہیں اور نہیں چاہتے تو نہیں کرتے اب اس قاعدہ پر کچھ اشکال ہی نہیں اور بغیر اس عقیدہ کے مضر (۲) بھی نہیں ہے ورنہ اس قدر اشکالات وارد ہوں گے کہ جواب دیتے دیتے تنگ ہو جاؤ گے اور پھر بھی وہ ختم نہ ہوں گے مولانا فرماتے ہیں۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند باسن و تو مردہ یا حق زندہ اند
نیا روز میں تا نگوئی بیار نیار د ہوا تا نگوئی بیار
(مسیٰ جو پانی آگ سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور تیرے لیے مردہ معلوم ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے سب زندہ ہیں)

پانی غرق نہیں کر سکتا، ہوا اڑا نہیں سکتی، طاعون کچھ نہیں کر سکتا جب تک کہ ان کو حکم نہ ہو۔

وحدة الوجود

الحاصل میں یہ بیان کر رہا تھا کہ یہ تحقیق ہوا ہے کہ ایک قطرہ پانی میں کروڑوں جراثیم ہیں، اب آپ دیکھیے کہ اس ایک قطرہ پانی کو انسان سے کیا نسبت ہے۔ پھر اس ایک قطرہ پانی میں جو جراثیم ہیں ان میں سے ایک کیرٹے کو دیکھیے کہ کیا نسبت ہے۔ وہ کیرٹا اگر یوں کہے کہ میں انسانوں کی خدمت کروں گا تو خدمت کرنا تو علیحدہ ہے اس کا یہ مقولہ^(۱) اس کر ہی بے انتہا ہنسی آونگی اور بالقرض اگر وہ کچھ خدمت کرے۔ مثلاً پاؤں دھائے تو کچھ بھی خیر نہ ہوگی۔ پس وہ کیرٹا محال ہے کہ انسان کا کوئی حق ادا کر سکے یا کسی درجہ میں اس کو نفع پہنچا سکے اور اگر اس پر وہ انسان کے مقابلہ میں کوئی رائے لگائے یا تحقیقات اور علوم و صنائع^(۲) کا بھی دعوے کرے تو وہ مو^(۳) کر دینے کے قابل ہے پس جو نسبت ہم کو اس کیرٹے سے ہے واللہ العظیم ہم کو بلکہ تمام کو حق تعالیٰ جل جلالہ سے اس قدر بھی نسبت نہیں۔ پس آپ کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں بڑا صاف ہوں پاک ہوں ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے جیسے وہ کیرٹا انسان کے مقابلہ میں یوں کہے کہ میں ایسا چمکدار ہوں اور ایسا خوبصورت ہوں اگر وہ انسان کو دیکھ لے تو واللہ اس سے بھی شرماسے کہ یوں کہے کہ میں کوئی چیز ہوں اور جن پر کچھ فضل ہو گیا ہے ان کی یہی کیفیت ہوئی۔

ایک بزرگ بیٹھے تھے۔ ان کو ایک شخصیں پہنچا جھل رہے تھے اور وہ منع کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ میرے ساتھ کیوں مسز کرتے ہو تو ٹوٹی دیر کے بعد اجازت دیدی، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات تھی فرمایا کہ اس وقت مجھ پر اضمحلال و جدوی انکشاف^(۴) ہوا مجھ کو نہایت شرم معلوم ہوئی اور میں اپنی نظر میں لا

(۱) اسکی یہ بات سن کر (۲) کارگری (۳) دبا دینے کے قابل ہے (۴) مجھ پر اپنے وجود کی کمزوری منکشف ہوئی اور اپنی نظر میں اپنی نفس بن گیا

شے مضربو گیا۔ بعض بزرگ جو اپنی خدمت سے منع کرتے ہیں تم تو یہ سمجھتے ہو کہ یہ ننگ مران میں، تم کو کیا خبر ہے ان پر کیا گزرتی ہے۔

اے تراخارے بیابانگشتہ کے دانی کہ چیست

حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خونند^{۱۱}

تم تو ان کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہو حالانکہ ان کی دوسری حالت ہے۔

در نیابد حال پختہ بیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

(خام پختہ کے حال کو نہیں سمجھ سکتا بات مختصر چاہیے طویل کلام سے کیا فائدہ
والسلام)

پس کاملین کو ہرگز اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہیے چنانچہ جن بزرگوں پر اضمحلال وجود اور فنا^{۱۲} کی حالت ہوتی ہے ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے کو کافر تک سے بدتر سمجھتے ہیں۔ دغا کرتے ہوئے اور نماز پڑھتے ہوئے ان کو شرم آتی ہے مگر حکم سے کرتے ہیں اسی حالت کی نسبت شیخ شیرازی فرماتے ہیں۔

بہر ہرچہ بستہ ازاں کمتر اند کہ با مستیش نام ہستی برند^{۱۳}

یہی حالت ہے جس کا نام وحدۃ الوجود ہے حق تعالیٰ کی ہستی ایسی ان کو بیش نظر ہوتی ہے کہ اپنی ہستی کو مٹا ہوا پاتے ہیں اور اس طرح مٹ جاتے ہیں جیسے آفتاب کے سامنے چراغ کہ اس کو باعتبار ذات کے ہست کمرہ کتے ہیں اور آفتاب کے نور کے سامنے اس کو نیست بھی کہا جاسکتا ہے حضرت عارف شیرازی بہت واضح مثال میں اس کو بیان فرماتے ہیں، فرماتے ہیں۔

(۱) اے وہ شخص کہ جس کا ایک کانٹے سے پاؤں زخمی ہو گیا تو اس شخص کے حال کو کیا سمجھ سکتا ہے کہ جو بلاؤں کی تھواریں اپنے سر پر کھاتے ہیں (۲) اللہ کے وجود اور ہستی فنایت کا غلبہ ہو (۳) ان کا جو کچھ وجود نظر آتا ہے وہ اس سے حقیر تر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ساتھ اپنے وجود کا نام لینے پر تے ہیں

مگر دیدہ ہاشمی کہ در باغ و راز
 یکے گفتش اے کرک شب فروز
 بتا بد شب کرکے چوں چراغ
 چہ بودت کہ بیرون نیائی بروز
 کہ من روز و شب جز بصرانیم
 جواب از سر روشنائی چہ داد
 دے پیش خورشید پیدا نیم^(۱)

شیخ اکبر اسی مقام کی نسبت فرماتے ہیں واللہ ماشئت الکائنات راتھ الوجود یعنی خدا کی قسم ہے کہ کائنات عالم نے وجود کی بونک بھی نہیں سوئگی پس جبکہ ہماری سستی ایسی بے بود ہے تو عقلی طور سے سمجھ میں آگیا کہ ہم کو پاکیزگی کا دعویٰ کرنا کمال تک زب دیتا ہے۔ پس اس تقریر پر لا تزکوا انفسکم اور قد افلح من زکھما میں کوئی تعارض نہ رہا اور شبہ دفع ہو گیا۔

دو مادے جن سے گناہ پیدا ہوتے ہیں

میں یہ بیان کر رہا تھا کہ مجھ کو مقصود^(۲) بالبیان نفس کا تزکیہ ہے معاصی سے، خواہ وہ معاصی ظاہری ہوں یا باطنی اور ہر چند کہ معاصی^(۳) بہت سے ہیں لیکن مثلاً ان سب کا صرف دو چیز ہیں اول شہوت یا لذت دوسرے کبر یا غضب یہ دو مادہ خبیثہ^(۴) ہیں کہ جن سے تمام معاصی پیدا ہوتے ہیں۔ پس نفس کو اسباب شہوت و کبر سے^(۵) بچانا حاصل تزکیہ کا ہے۔ شریعت نے ان ہی دو مادوں کا طرح طرح سے معالجہ کیا ہے۔

(۱) باغ میں گھومتے ہوئے دیکھا کہ گٹھوں چراغ کی مانند چمک رہا تھا ایک شخص نے کہا کہ اے رات میں چمکنے والے گٹھوں تو دن میں مانتے کیوں نہیں آتا دیکھ اس مٹی میں رہنے والے گٹھوں نے اپنی چمک دکھ کے بارے میں کیا جواب دیا کہ میں تو شب و روز سمر ہی میں رہتا ہوں لیکن سورج کے سامنے سمری روشنی نکھ ہی نہیں آتی (۲) بیان سے مقصود نفس کا تزکیہ ہے (۳) گناہ (۴) برے ملا ہے (۵) شہرت اور تکبر کے اسباب سے بچانا

معالجے کی اقسام

معالجے کی دو قسمیں ہیں۔ معالجہ تفصیلی^(۱) اور معالجہ اجمالی^(۲) لیکن معالجہ تفصیلی کا مرجع ہمیشہ کوئی امر اجمالی ہوتا ہے جیسے طیب نے چند اجزاء سے ایک نمونہ لکھ کر دیا۔ پس بظاہر تو وہ اجزاء متحد ہیں لیکن حاصل ان کا مثلاً صغراء کا قمع کرنا ہے ایک ہے شریعت نے دونوں قسم کے معالجہ کیے ہیں۔ دیکھو بنی اسرائیل کو جب مال اور جب جاہ حق کے اتباع سے سداوہ^(۳) ہوئی حق تعالیٰ نے دونوں کا معالجہ تفصیلی فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے **واقیموا الصلوٰۃ** یہ تو حب جاہ^(۴) کا معالجہ ہے **واتوا الزکوٰۃ** یہ حب مال^(۵) کا علاج ہے **ورکعوا مع الراكعين** جو تسمہ ہے **اقیموا الصلوٰۃ** کا یہ کبر کے زائل ہونے کی تدبیر ہے حق تعالیٰ نے باجما جو مجاہدات بیان فرمائے ہیں سب کا حاصل ان ہی دو خصلتوں سے ترکیب ہے۔

ہمارے تقویٰ کی مثال

میں اسی کی شرح کرنا چاہتا ہوں اور اسی سے اعمال رمضان کی حکمتیں اور روح معلوم ہو جائیں گی اور یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا رمضان در حقیقت بری طرح سے گزرتا ہے بہت توفیق کے بند سے ایسے ہیں کہ ان کے گھر رمضان آتا ہی نہیں نہ دن کو نہ رات کو یعنی نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں اور بعض کے یہاں دن کو تو آتا ہے لیکن رات کو نہیں آتا۔ یعنی نماز و تراویح نہیں پڑھتے اور دن کو بھی جو آتا ہے تو بعض آثار کے اعتبار سے آتا ہے۔ یعنی کھانا پینا تو چھوڑ دیتے ہیں

(۱) تفصیلی علاج (۲) اجمالی علاج (۳) ان کے اتباع سے روکے کا ماٹھ ہوئی (۴) تسمہ کی صفت کا علاج ہے (۵) مال کی صفت کا علاج ہے

لیکن جس شے کا چھوڑنا بڑا ضروری تھا یعنی معاصی^(۱) ان کو نہیں چھوڑتے۔

صاحبو! غضب کی بات ہے کہ جو شے یعنی کھانا پینا کہ فی نفسہ مباح^(۲) ہے دن کو بھی اور رات کو بھی اور رمضان میں رات کو اور معذور کے لیے دن کو بھی جائز ہے جبکہ شارع نے اس کو اس ماہ مبارک میں پھڑا دیا تو معاصی جو کہ کسی وقت اور کسی حالت میں کسی عذر سے جائز ہی نہیں وہ کیسے ترک^(۳) کے قابل نہ ہوں گے اور ان کے ترک کا استہام کیوں نہ زیادہ کیا جاوے گا۔ افسوس تو ہے کہ کھانا پینا تو چھوڑ دیا لیکن گناہ نہ چھوڑے ہمارے اس تقویٰ کی ایسی مثال ہے جیسے کسی شخص نے بد کاری کی اور حمل رہ گیا۔ کسی لے کھما کہ کج نیت تو نے عزل نہ کر لیا کھنے کا کہ میں نے علماء سے سنا تھا کہ مکروہ^(۴) ہے۔ زنا جو کہ حرام قطعی ہے اس کے ارتکاب میں تو باک نہیں کیا اور عزل میں آپ کو تقویٰ پر عمل موا۔ ایسا ہی ہمارا تقویٰ ہے۔ ایسے تقویٰ کو کلابی^(۵) کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کتا جب پیشاب کرتا ہے تو ٹانگ اٹھا کر کسی دیوار پر کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو مجھ کو چیخٹ لگ جاوے لیکن اگر کہیں پلیدی پاتا ہے تو وہ کھاتا ہے تو ٹانگ تو نجاست سے بچاتا ہے اور منہ کو نہیں بچاتا۔

ایک گنوار عورت کی حکایت مشہور ہے کہ اس سے کسی نے پوچھا کہ تیرا میاں کہاں گیا تو حرم کی وجہ سے منہ سے تو بولی نہیں۔ لہذا اٹھا کر اور پیشاب کر کے اس کو پھاند گئی۔ مطلب یہ تھا کہ دریا پار گیا ہے ہم اس عورت کی حماقت پر ہنستے ہیں کہ اچھی حرم جوئی بولنے کی تو حرم کی اور ننگے ہوتے ہوتے حرم نہ آئی۔ لیکن ہم سب اس بڑے ہنستہ میں گوروزہ میں معمولی کھانا کھایا یا پیا نہیں۔

(۱) گناہ (۲) اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہے (۳) چھوڑنے (۴) ہیوی سے بڑا کی رسمہ۔ کے عزل کرنا مکروہ ہے (۵) جیسے کتے کا تقویٰ ہے

لیکن مردہ مسلمان کا گوشت کھایا یعنی غیبت کی۔ منہ تو بند کر لیا لیکن غیبت اور
 بہتان سننے کے لیے کان کھول دیے کھانے سے بائند روکا۔ لیکن ظلم کرنے اور تاش
 اور گنہگار اور شہرین کھینے اور جھوٹی دستاویزوں پر دستخط کرنے کے لیے خوب چلائے
 زبان کو قسموں میں نہیں چلایا لیکن مسلمانوں کو برا گھنے اور سب و شتم^(۱) اور جھوٹی
 گواہی دینے سے اس کو نہیں روکا۔ اسے صاحب یہ کیسا تقویٰ ہے۔ یہ کیسا روزہ
 ہے، یہ کیسی دینداری ہے اگر یہی دین و ایمان ہے تو ہنسما یا امرکم بہ
 ایمانکم ان کنتم مومنین^(۲)۔

روزہ کی اصلی غرض

در حقیقت ہم نے روزہ کے معنی اور غرض ہی نہیں سمجھی روزہ کی اصلی
 غرض تھی کسر قوت ہیسیر^(۳) کے واسطے سے معاصی سے بچنا جب معاصی سے ہم
 عین روزہ کی حالت میں بھی نہ بچے تو بعد میں وہ غرض و غایت اس پر کیسے مرتب
 ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اس کا روزہ جھوٹ بولنے سے
 نہ روکے اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پانی چھوڑے یہ مطلب نہیں کہ
 جو جھوٹ سے بچتا ہے اس کا روزہ کی اللہ میاں کو حاجت ہے اس لیے کہ ان کی
 شان تو ان اللہ لغنی عن العلمین^(۴) ہے بلکہ مقصود نا راضی اور نا خوشی ظاہر کرنا
 ہے۔ پس جن کے یہاں رمضان المبارک دن کو اس شان سے آتا ہے سو یہ کیا آتا
 ہے۔ ہاں روپیہ میں سے آئے^(۵) ہے اور رات کو تو پوچھو ہی مت رات کو تو شاذو

(۱) گالی گھوج (۲) البرہ آیت ۹۳ یہ افعال تو بہت برے ہیں جن کی نصیم سدا ایمان تم کو کہ رہا ہے
 (۳) قوت ہیسیر کا توڑنا (۴) اللہ تعالیٰ سب جہانوں سے بے نیاز ہے (۵) مطلب یہ ہے کہ جیسے روپے میں
 سے ایک آنے کی کوئی قدر نہیں ایسے ہی اس کی بھی قدر نہیں

نادر ہی کسی کے یہاں آتے ہیں اس لیے کہ جو عبادت رمضان المبارک کی راتوں میں مقرر کی گئی ہے اس کے حقوق ادا کرنے والے بہت کم لوگ ہیں عموماً بوجہ سناٹائے ہیں۔

تراویح میں ہونے والی کوتاہیاں

چنانچہ تراویح کی وہ گنت بنتی ہے کہ اسی توجہ، سب سے اول یہ کوشش ہوتی ہے کہ اذان سب سے پہلے کہی جاوے چنانچہ بعض مساجد میں تو عشاء کی اذان رمضان میں مغرب کے وقت ہوتی ہے عشا کا وقت آتا بھی نہیں اگر یہی بات ہے تو مغرب ہی کے وقت فارغ ہو لیا کریں۔ کہیں تو یہ سہم ہے کہ اذان ہی بے وقت ہوتی ہے اور کہیں اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ فرض بھی عشاء سے پہلے ہی جو جاتے ہیں اور کہیں صرف اذان بے وقت ہوتی ہے اور بعض ان کے مقابل یہ زیادتی کرتے ہیں کہ وہ تاخیر کے دلدادہ ہیں۔ روزہ افطار کیا اور سورہے اور مقتدی بچارے سو کدر رہے ہیں۔ یہ زیادہ تر روسا کی مسجدوں میں ہوتا ہے کہ وہ رتیس میں ان کے ڈر سے کوئی بولتا نہیں جب تشریف لاتے ہیں اسی وقت نماز ہوتی ہے یاد رکھو اس سے تقریریں و تنظیر^(۱) ہوتی ہے۔

نماز میں قراءت کی بہترین مقدار

حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ ایک مسجد میں امام تھے۔ اول حضور اکرم ﷺ کے یہاں نفل کی نیت سے شکر کہتے پھر وہاں جا کر نماز پڑھایا کرتے تھے ایک مرتبہ عشا کی نماز پڑھانے کے لیے گئے تو سورہ بقرہ

(۱) ذق بازی اور نفرت پیدا ہوتی ہے

شروع کردی۔ ایک محلہ دار غریب دن بھر کی منت مشتت سے ٹپکتے ہوئے تھے وہ جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنی نماز پڑھ کر چلے گئے۔ اس وقت جماعت کے ساتھ شریک نہ ہونا نفاق کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے ان کو برا بھلا کہا صبح کو یہ مقدمہ حضور ﷺ میں پیش ہوا ان اصحابی نے حضرت معاذؓ کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم مزدوری پیشہ لوگ ہیں دن بھر تو مزدوری منت کرتے ہیں اور رات کو یہ سورہ بقرہ ضرور کر دیتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ پر عتاب فرمایا۔ اور فرمایا افتان انت یا معاذ؟ یعنی اسے معاذ کیا تم لوگوں کو قتلہ میں ڈالنے والے ہو؟ والشمس واللیل والتین پڑھا کرو فان فیہم الضعیف والسقیم وذا الحاجہ یعنی مقتدیوں میں ضعیف، بیمار، کاروبار والے آدمی ہیں۔ اس نماز میں ہم نے آٹام بہت دیکھے ہیں لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ کے برابر ملکی اور پھر تمام ازکان کو کمال کے ساتھ نماز پڑھانے والا نہیں دیکھا۔ حضرت قرآن شریف ایسا پڑھتے تھے کہ سینے والے کو تاب نہ ہوتی تھی اور جی چاہتا تھا کہ سینے جائیں مگر عادت حضرت کی یہ تھی کہ فجر کی نماز میں سورہ بروج، والطارق یا اذالشمس کورت واذالسماء انفظوت پڑھتے تھے۔ پس اس قدر تاخیر نماز میں کرنا یا قراءت اتنی لمبی پڑھنا جس سے نمازی ہلکا جائیں جائز نہیں ہے۔ بلکہ قتلانے تو بہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رمضان میں نمازی ایک قرآن ہی سینے سے اکتاتے ہوں تو وہاں ترویج الم تر کیف سے پڑھ لیں بعض حافظ ایسا سمہ ڈھالتے کہ پانچ پانچ پارے پڑھ جاتے ہیں ان حفاظ کو مسائل جاننے کی سنت ضرورت ہے۔

تراویح پڑھانے والے کو مسائل سے واقف ہونا چاہیے

بعض حافظ بہت جاہل ہوتے ہیں۔ عجب نہیں بلکہ غاب ہے کہ سجدہ سو کے مسائل کی بھی ان کو خبر نہ ہو۔ اور یعنی نالیوں کو تراویح میں امام بنا دیتے ہیں۔ نالی کے چپھے تراویح پڑھنے میں اختلاف ہے مختار اور مفتی بہ یہی ہے کہ ناجائز ہے۔

اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو بالغ تمیز دار نہ ہو اور مسائل سے واقفیت نہ رکھتا ہو اس کو بھی امام بنانا مناسب نہیں۔ امام یا تو عالم جو یا علماء کا صحبت یافتہ ہونا چاہیے۔ اور اگر یہ دونوں امر^{۱۱} نہ ہوں تو وہ ضرور نماز کو خراب کرے گا۔

مجھے خواہ ایسا موقع پیش آیا ہے، گرمیوں کا رمضان تھے میں اور ایک میرا سامع تھا۔ ہم دونوں ایک مسجد میں قرآن سننے کے لیے گئے ان حافظ صاحب نے ایک رکعت میں آدھا پارہ گھسیٹا^{۱۲}، ان کو یاد تو رہا نہیں کہ ایک رکعت ہوئی یا دو، وہ ایک ہی رکعت پر بیٹھ گئے مقتدی بچارے ٹکٹے ہوئے تھے، انہوں نے بھی غنیمت سمجھا۔ یا یاد نہ رہا ہو۔ کسی نے نہ بتلایا۔ میں نے اپنے سامع سے کہا کہ تم ضربیک ہو کر بتلاؤ۔ لیکن انہوں نے جلدی سے سلام پھیر دیا۔ میں نے پکار کر کہا، کہ حضرت ایک رکعت ہوئی ہے اعادہ کرو اور یہ قرآن جو تم نے پڑھا ہے اس کا بھی اعادہ کرو۔ اس وقت امام اور مقتدیوں میں خوب جھججھج ہوئی۔

رکعتوں میں تناسب ہونا چاہیے

ان حفاظ کی ایک یہ بھی عادت ہے کہ اول کی رکعتوں میں بہت کھینچتے ہیں اور آخر کی رکعتوں میں دو دو تین تین آہستہ پڑھتے ہیں یا درکھو کہ سب رکعتیں

(۱) یہ دونوں باتیں نہ ہوں (۲) آدھا پارہ تیز تیز پڑھا

اور سجدہ اور رکوع متناسب ہونے چاہئیں حدیث شریف میں حضور ﷺ کی نماز کے بارہ میں آیا ہے کان رسول اللہ قریباً من السماء یعنی حضور ﷺ کی نماز معتدل ہوتی تھی اگر قیام طویل ہوتا تھا تو سجدہ رکوع بھی اس کے مناسب ہوتا تھا اب لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں کہ قیام طویل کرتے ہیں اور سجدہ رکوع عمدہ نماز ہی مختصر اس زمانہ میں تو بس تمام نماز مختصر پڑھنا چاہیے۔

شبینہ کی ناپسندیدگی کی وجہ

اسی واسطے میں شبینہ کو بھی پسند نہیں کرتا۔ پہلے لوگ قوی ہوتے تھے اور نیز ان کو شوق بست تھا۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ایک جگہ شبینہ ہو رہا تھا۔ ایک حافظ چارپائی پر لیٹے ہوئے بتلا رہے تھے۔ سب کی نماز تہاہ ہو رہی ^(۱) تھی۔ کسی کی ہمت ہو خود پڑھو لوگوں کو کیوں وق کرتے ہو آج کل لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے۔

جو امام بنے تو مختصر نماز پڑھائے

کانپور میں ایک بزرگ تشریف لائے کھنے لگے کہ نماز جمعہ کی ہم پڑھائیں گے اور وہ خطبہ پڑھیں گے۔ جو حضور ﷺ نے اول قدم ^(۲) میں پڑھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک بڑا لمبا خطبہ پڑھا خطبہ کے بعد نماز شروع ہوئی تو انہوں نے سورہ قاف شروع کی گرمیوں کا موسم اور پھر مسجد ایسی کہ اس ہوا کا گذر نہیں ایک

(۱) اس لیے کہ جو آدمی نماز میں شریک نہیں ہے اگر امام کو بتائے اور امام اس کا قدر لے لے تو امام کی نماز ٹوٹ جائیگی اور جب امام کی نماز ہی نہ ہوئی تو باقی سب کی بھی نہ ہوئی (۲) پہلی مرتبہ سجدہ آنے

شخص کو تو تھے جو گئی اور ایک شخص نیت توڑ کر بھاگ گئے اور کہا کہ اسی واسطے تو ہم مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتے۔

ہمارے تھانہ بھون میں ایک شخص تھے وہ نماز نہ پڑھا کرتے تھے ایک مرتبہ میرے ساتھ ان کو سفر کا اتفاق ہوا راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آیا میں نے ان کو تو کچھ کہا نہیں میں لوٹ لے کر وضو کرنے کے لیے گیا۔ دیکھتا ہوں کہ پیچھے میرے آ رہے ہیں اور وضو کر کے میرے ساتھ انہوں نے نماز پڑھی پھر گئی روز میرے ساتھ رہے برابر نماز پڑھتے رہے اور کہنے لگے کہ مجھے اگر ایسا نام ملے تو میں نماز نہ چھوڑوں، میری نمازوں کی ترک کا بوجھ تو ان اماموں کی گردن پر ہے جو لی رکھتیں پڑھ کر گرائی پیدا کر دیتے ہیں۔

تراویح میں روزانہ قراءت قرآن کی بہترین مقدار

اسے حفاظ اور اسے امام اپنے مقتدیوں کو دیکھ لو کہ کیسے ہیں اگر واقعی ان کو قرآن سننے کا شوق ہو تو سبحان اللہ قرآن زیادہ پڑھو قرآن تو جس قدر بھی زیادہ ہو باعث نورانیت ہے اور اگر دیکھو کہ شوق نہیں ہے جیسا آج کل ہے تو بس سوا پارہ اچھی مقدار ہے اور بہتر یہ ہے کہ پندرہ پارہ تک تو سوا سوا پارہ پڑھو اور پھر ایک ایک پارہ کر دو ۲ کو ختم ہو جاوے گا۔ اور سب رکعتیں برابر برابر پڑھو۔ دیکھو تم کو ہر شے کے اندر تناسب اور حسن اچھا معلوم ہوتا ہے نماز تو الحق ہے اس بات کے ساتھ کہ اس کو حسین کرو۔ داؤد علیہ السلام لو بے کی زریں بناتے تھے ان کو حق تعالیٰ نے حکم فرمایا "ان اعمل سابعات و قدر فی السرد" ^(۱) یعنی اسے داؤد پوری پوری زریں بناؤ۔ اور اس کے بنانے میں انداز رکھو یعنی کڑیاں

(۱) سورہ سہا، آیت ۱۱

بڑی چھوٹی نہ ہوں، جبکہ لوہے کی زرہوں کے اندر تناسب کا حکم ہے تو اسے صاحبو نماز تو بہت بڑی شے ہے۔ اس میں تناسب کیوں نہ مامور ہو گا۔ اگر تم میں یہ رعایت تناسب طبعی نہ ہو تو ذکر اللہ کی کثرت کیا کرو۔ اس سے طبیعت میں نفاست اور اعتدال پسندی پیدا ہو جاوے گی اور ہر امر میں تناسب کی رعایت رکھنے لگو گے۔

مرزا صاحب کی لطیف مزاجی

حضرت مرزا مظہر جان جاناں اگر کوئی بد نما مکان دیکھتے تھے تو سر میں درد ہو جاتا تھا۔ مرزا صاحب کی لطافت مزاج کی بہت حکایتیں ہیں۔ ایک حکایت مجھ کو اس وقت یاد آئی۔ ایک شخص مرزا صاحب کے یہاں آیا کرتے تھے وہ بھانا بہت کھاتے تھے ایک بار انہوں نے خود عرض کیا کہ مجھ کو کوئی حکم دیجیے۔ بہت اصرار کے بعد مرزا صاحب نے ان کو فرمایا کہ آپ ایک سال میں صرف ایک مرتبہ آیا کریں۔ اس لیے کہ جب آپ سوتے ہیں مجھ کو تمہارے زیادہ کھانے کا تصور ہو کر نشتل^(۱) ہو جاتا ہے تو مجھ کو مسل^(۲) لینے کی ضرورت ہو جاتی ہے تو سال میں ایک مسل^(۳) کا عمل ہو سکتا ہے، دو سے تکلیف ہوتی ہے۔

ہر شئی میں تناسب ہونا چاہیے

اسی طرح ہم نے اپنے حضرات کو دیکھا ہے کہ نہایت نفاست اور تناسب ہر شے کے اندر پسند کرتے ہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا

(۱) طبیعت پر بوجہ ہونا ہے (۲) دستوں کی دو تینٹی ہوتی ہے تاکہ طبیعت کا بوجہ کم ہو (۳) اور سال میں صرف ایک دفعہ دستوں کا عمل ہو سکتا ہے

ہے۔ ان اللہ جمیل یحب الجمال اور یہ حضرات موصوف ہوتے ہیں
صفت حق سے اس لیے ان کو بھی جمال یعنی تناسب نہ کہ صورت پرستی ہر شے
میں پسندیدہ ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے افنیتمکم ولا تشبہوا بالیہود یعنی
اپنے گھروں کے صحن کو صاف رکھا کرو اور یہود کے مشابہ مت بنو۔ یہود اکثر سیلے
کھینچ رہا کرتے تھے۔

خوش لباس و زینت میں اعتدال ضروری ہے

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ ہریشان بال اور سیلا کھینچا
ہے۔ آپ نے اس حالت پر اٹکار فرما کر لنگھی اور تیل سے بالوں کے درست
کرنے کا حکم فرمایا یہ کوئی تواضع نہیں ہے کہ آدمی سیلا کھینچا رہا کرے اور نہ ایسی
زینت پسندیدہ ہے کہ ہر وقت نواب اور بیگم بننا ہے۔ ایک شخص کو ہم نے
دیکھا ہے کہ بہت ہی بنے ٹھنڈے رہتے تھے۔ اگر وہ گھر میں ہوتے تھے اور کوئی ان کو
بلاتا تھا تو اول آئینہ لنگھا مٹاتے تھے۔ بالوں میں کنگھا کرتے تھے۔ کئی کئی مرتبہ
آئینہ دیکھتے تھے، غرض کم از کم ۱۵ منٹ میں وہ دولت خانہ سے برآمد ہوتے تھے
بعض نوجوانوں کو میں دیکھتا ہوں کہ گرمیوں میں بھی جرابیں پہنتے ہیں۔ یہ اہل
یورپ کی تقلید ہے۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ سرد ملکوں کے رہنے والے ہیں اس
لیے اس کے مناسب ان کی وضع ہے۔ تم بھی اول اپنے گھروں میں سردی پیدا
کرو۔ اس کو کشمیر بناؤ اس کے بعد جرابیں پہنو تو مصافحہ نہیں گرمیوں میں جرابیں
پہننے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دماغوں میں غفل ضرور آ گیا ہے۔
غرض نہ تو ایسی زینت کی ضرورت ہے اور نہ اس قدر سیلے کھینچے بنے توسط اور

تناسب بر شے میں بستر ہے۔ اور لیجیے جماعت کے اندر تناسب کا حکم سے کہ صفت سیدھی ہو درمیان میں جگہ نہ چھوڑو میں تو یہ کھتا ہوں کہ شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس میں تناسب ملحوظ نہ ہو۔ جب تناسب برابر میں مامور بہ ہے تو نمازنگے اندر کیوں نہ ہوگا۔ ترویج اور غیر ترویج ہر نماز میں تناسب کی رعایت رکھو۔

لذت و کبر جڑ ہے ہر برائی کی

غرض رات کو رمضان اکثروں کے یہاں نہیں آتا اور اس تمام خرابی کا منشاء رمضان کے اسرار اور اس کے روح کا نہ جاننا ہے اس لیے ضروری ہوا کہ تزکیہ کے متعلق مضمون بیان کیا جاوے کہ اس کے ضمن میں رمضان کے روزہ کی حکمتیں بھی معلوم ہوں گی۔ پس جاننا چاہیے کہ منشاء تمام تر معاصی^(۱) اور خرابیوں کا دو چیزیں ہیں اول لذت جس کو شہوت بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے کبر جس کو غضب سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں یہ دونوں جڑیں تمام مفاسد کی۔ پس ان دونوں سے تزکیہ نفس کا یعنی ان کی تعدیل ضروری ہے۔ شریعت نے ان ہی دو مراضوں سے تزکیہ کیا ہے اور تمام احکام ان ہی کے متعلق ہیں۔ اور سبحان اللہ ایسی خوبی سے معالجہ فرمایا ہے کہ کوئی حکم ان احکام میں ایسا نہیں ہے کہ ہمارے طبعی مذاق اور فطری جذبات سے بعید^(۲) ہو تمام احکام ایسے ہیں کہ ہماری طبیعت ان کو قبول کرتی ہے۔

حکمائے اشراقین کے مجاہدے

حکماء اشراقین نے بھی اطلاقِ رذیلہ سے تزکیہ کیا ہے لیکن انہوں نے اس

(۱) سب گناہوں کا منشاء۔ (۲) دور

کے لیے ایسے سخت مجاہدے کیے ہیں کہ ہر زمانہ میں انسان ان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ترک لذات^(۱) کے خاص خاص طریقے مقرر کیے اور ان کی عادت ڈالی اور نفس کو مہذب بنایا اور یہاں تک اس میں کھمال پیدا کیا کہ آدمی کی تصویر دیکھ کر بتکلیا کرتے تھے کہ اس کے اطوار اخلاق کیا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ کسی اشراقی کے سامنے کسی حکیم کی تصویر پیش کی اس نے دیکھا کہ یہ شخص زانی ہے لوگ قہقہہ لگتے کر بنے اور کہا جس جناب آپ کا اور اک معلوم ہو گیا۔ یہ تصویر تو فلاں حکیم کی ہے اور وہ بڑا عنیف و پارسا شخص ہے اشراقی نے کہا کہ اب تو میں نے کھدیا ہے خواہ اس کی تصویر ہو۔ یا کسی کی ہو چنانچہ لوگ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم ساری نسبت ایسا کھا گیا ہے۔ اس نے کہا واقعی اس کا تقاضا تو میرے قلب میں بہت ہے لیکن میں نے مجاہدہ ریاضت سے نفس کو قابو میں کر لیا ہے۔ صدور^(۲) کبھی نہیں ہوا اس تقاضا ہی کا اس کو اور اک^(۳) ہوا اس لیے کہ قیافہ سے مواد^(۴) ہی کا اور اک ہو سکتا ہے افعال کا اور اک نہیں ہوتا۔

مجاہدے کی حقیقت

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاہدہ سے مواد خبیثہ بالکل^(۱) زائل نہیں ہو جاتے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ سائب کو اس میں بڑا بڑا دھوکا ہوتا ہے جب اول ذکر کرتا ہے تو غلبہ ذکر سے مواد مضحل^(۲) ہو جاتے ہیں تو یہ شخص سمجھتا ہے کہ میرے نفس میں سے وہ مواد جاتے رہے حالانکہ وہ موجود ہیں۔ لیکن چونکہ غلبہ

(۱) لذتوں کے چھوڑنے کے خاص خاص طریقے متعین کیے (۲) تقاضا، ہوتا ہے لیکن اس کا ارتکاب کبھی نہیں کیا (۳) اس تقاضے ہی کو اس نے محسوس کیا (۴) مادہ ہی کا اور اک ہو سکتا ہے (۵) خبیثہ مادہ باطل کل نہیں ہوتا (۶) مادہ مکرور پڑھتا ہے

دوسری شے کا ہے اس لیے وہ مدرک^(۱) نہیں ہوتے اور جب وہ حالت غلبہ کی
 زائل ہو جاتی ہے اور پھر ان مواد کا ادراک ہوتا ہے تو اپنی حالت پر بہت افسوس کرتا
 ہے اور سمجھتا ہے کہ میں مردود ہو گیا ہوں حالانکہ یہ اس کی غلطی تھی وہ کیفیت جو
 زائل ہو گئی ہے اس کی مثال تو صبح کاذب^(۲) کی سی ہے اور جو کیفیت اب پیدا
 ہوئی ہے وہ صبح صادق^(۳) کے مثل ہے پس جو شخص صبح کاذب کو روشنی سمجھے گا
 وہ صبح صادق کی طرف ملتفت ہونے سے پہلے ضرور متاسف^(۴) ہوگا کہ اسے وہ
 روشنی کمال گئی حالانکہ وہ روشنی نہ تھی روشنی تو اب آئی ہے مولانا فرماتے ہیں۔

اسے شدہ تو صبح کاذب را در این صبح صادق راز کاذب ہم یہ ہیں^(۵)

آپ نے دیکھا ہوگا کہ درختوں پر اول چھوٹا پھول آتا ہے، پھر بچا پھول آتا
 ہے وہ شمر^(۶) آتا ہے اسی طرح ان کیفیات و حالات کا قصہ ہے کہ اول اول غلبہ
 ہوتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میرے اندر سے امراض جاتے رہے اس کے بعد غلبہ جاتا
 رہتا ہے اور ایک بجلی مگر پائدار کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کی اس کو وقعت نہیں
 ہوتی اور وہ امراض جن کو یہ زائل سمجھتا تھا مدرک ہوتے ہیں کہ شہوت بھی ہے
 غضب بھی ہے بخل بھی ہے حرص بھی لیکن پہلے میں اور اس وقت میں فرق اس قدر
 ہوتا ہے کہ پہلے تو ان کے مقتضایہ پر عمل کرنے سے بچ نہ سکتا تھا اور اب بعد مجاہدہ
 کے مہولت بچ سکتا ہے پہلے نفس کو روکتا تھا اور نہ رکھتا تھا اور اب رک جاتا ہے

(۱) اس لیے ان کا احساس نہیں ہوتا (۲) صبح ہونے سے پہلے ایک روشنی افق پر طولا لگتی ہے پھر غائب
 ہو جاتی ہے جس سے شب ہوتا ہے کہ شاید صبح ہو گئی حالانکہ ابھی صبح نہیں ہوئی اسی لیے اس کو صبح کاذب
 یعنی چھوٹی صبح کہتے ہیں (۳) غرض ایک روشنی نکلتی ہے اور پھر پھیلنے پھیلنے دن نکل آتا ہے اسی کو صبح
 صادق یعنی بچی صبح کہتے ہیں اس کے بعد سری و خیر دکھانا منہ ہے (۴) صبح صادق کی طرف متوجہ ہونے
 سے پہلے ضرور غمگین ہوگا (۵) اسے وہ شخص کہ جو صبح کاذب ہی کو دکھتا رہا اب ذرا صبح صادق کو بھی صبح
 کاذب کے لحاظ سے دیکھتا کہ مجھے دو دنوں کا فرق معلوم ہو (۶) بچے پھول پر پس آتا ہے

بہونے اس کی مثال ہریر گھوڑے کی سی ہے کہ سد جانے سے پہلے تو وہ قابو سے باہر ہو جاتا تھا اور سوار کو بھی پکب دیتا تھا اور بعد شائستہ ہونے کے گوجا بے شوخی کرتا تھا مگر تاہم قابو سے باہر نہیں ہوتا سوار اس کو جد ہر چاہتا ہے موڑ دیتا ہے چون و چرا نہیں کرتا۔ یہی کیفیت نفس کی ہے دوسرے شے جس کے ترکیب کی ضرورت ہے کبر تھی اس کے لیے وہ حکماء اسباب تزل کو اختیار کیا کرتے تھے اور اس کی اعانت کے واسطے خلوت اور ترک اختلاط^(۱) کرتے تھے اور اس میں بھی بہت مبالغہ کرتے تھے۔ اور اصل مقصود ان کا صرف یہی تہذیب نفس تھا۔

لذت و کبر کا علاج

ہر بیعت نے بھی ان ہی دو خصلتوں کی تبدیل کی ہے اور اس کے لیے طرق ان حکماء کے طرق سے اسل اور نفع میں اکمل تجویز کیے ہیں^(۲)، چنانچہ ترک لذات کے لیے تو روزہ مقرر فرمایا جس کی حقیقت ترک اکمل و شرک و جماع^(۳) ہے اس لیے کہ امدات لذات^(۴) یہی تین چیزیں جتنی لذات میں سبب کا حاصل یہی ہیں ان کو روک دیا گیا اور سبحان اللہ کیا رحمت ہے کہ روزہ کو عبادت بنا دیا اور اس پر انعام بھی تجویز فرمایا۔ مسہل ہم کو ہمارے امراض کے ازالہ کے لیے دیا جاوے اور اس پر انعام بھی مقرر فرمایا^(۵)۔ پس جب اسباب لذات کو تیس دن انسان چھوڑے گا تو نفس کی سرکشی ضرور کم ہوگی اور مادہ عصبیوں کا مغلوب ہو جائے گا^(۶)۔

(۱) لوگوں سے ملنا چھوڑ دینے سے (۲) ہر بیعت حکماء کے طریقہ سے آسان اور زیادہ نفع مند طریقہ نصیب کیا ہے (۳) کھانے پینے اور جماع کو چھوڑنا (۴) لذتوں کی جڑ اور اصل (۵) امراض کو دور کرنے کے لیے دست آور دوا دکانے اور اس پر انعام بھی دیا جائے (۶) گناہ کا مادہ مغلوب ہو جائیگا

شرعی مجاہدے کی خوبی

اور کیا رحمت ہے کہ مجاہدہ کے لیے ہماری عمر کا صرف بارہواں حصہ مقرر فرمایا اور حکماء برسوں ترک لذات سے مجاہدہ کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ضعیف الجسم^(۱) ہو جاتے تھے اور نسل ان کی منقطع ہو جاتی تھی۔ اور پھر اس میں خوبی یہ رکھی کہ وہ ایک ماہ بھی ایک ہی موسم میں متعین نہیں رکھا کسی جاڑوں^(۲) میں اور کبھی گرمیوں میں آتا ہے تاکہ نرمی اور گرمی سے سب طرح مصلح مرعی^(۳) ہوں۔ غرض ایسا سہل اور لطیف مجاہدہ اور نفع میں ان کے مجاہدات سے کہیں زیادہ کہ سب کام کرتے رہو اور مجاہدہ بھی ہوتا رہے بزرگ صاحب وحی کے اور کسی کی عقل یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

دن میں روزہ مشروع ہونے کی وجہ

اور ایک اور رعایت عجیب و غریب یہ رکھی ہے، روزہ دن کو مقرر فرمایا تاکہ مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہو اس لیے کہ مجاہدہ نام ترک عادت کا ہے اور کھانے پینے کی عادت اکثر دن کو ہے اگر یہ مجاہدہ رات کو ہوتا تو خبر بھی نہ ہوتی نہ کچھ نفس پر شاق ہوتا اور اگر حکماء و جوگیہ کی طرح شب و روز^(۴) کا روزہ ہوتا تو ضعیف ہو کر بالکل بیچار ہو جاتے اور قویٰ بیچار ہو جاتے اور شریعت کا مقصود قواء شوہیہ^(۵) کے ازالہ نہیں بلکہ ان کی تصدیق^(۶) ہے اور نیز رات کو کھانے پینے کی اجازت دینے میں ایک اور دقیق رعایت ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس صورت میں مجاہدہ اور مشقت بھی زیادہ ہے کیونکہ بعض لذات کے ایک دم سے چھوڑ دینے میں نفس کو اس قدر گرا فی نہیں

(۱) جسم کمزور پڑھانے (۲) سردی میں (۳) نرمی گرمی میں ہر قسم کی مصلحت کی رعایت ہے (۴) رات دن (۵) اہل تشوہ کو ڈاکرنا نہیں ہے (۶) بلکہ ان میں اعتدال پیدا کرنا ہے

ہوتی اس لیے کہ ایک دم سے سانا سال کے لیے بعض لذات کے چھوڑ دینے میں نفس اسی کا خوگر^(۱) ہوجاتا ہے بخلاف حالت موجودہ صوم کے کہ اس میں شب کو مستعد^(۲) ہونے سے اس کو لذت یاد بھی رہتی ہے اور پھر ترک کرائی جاتی ہیں نفس پر یہ زیادہ ہماری ہے یہ وہ مجاہدہ ہے کہ جو حکماء کے باپ کو بھی نہیں سوجھا حکماء نے جو کچھ تجویز کیا تناوہ بالکل نا تمام تھا شریعت نے اس کی تکمیل فرمائی ہے۔

مجاہدات حکماء کو بیان کر نیکی وجہ

مجھ کو اس کی کچھ ضرورت اس امر کی نہ تھی کہ حکماء کے مجاہدات اور تزکیہ کو میں ذکر کرتا اس لیے کہ شریعت کے مقابلہ میں ان کے خیالات کا تذکرہ ایسا ہی ہے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ کا بلکہ اس سے بھی بدرجہا کم۔ لیکن وجہ ان کی تذکرہ کی یہ ہوتی کہ آج کل عقل پرست مخلوق بہت پیدا ہوئی ہے اس لیے میں دکھلاتا ہوں کہ روزہ وہ شے ہے کہ جس کی ضرورت کو امام علیہ نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور جس شخص نے اس کے راز کو سمجھ لیا ہو وہ اس سے دوسری جگہ بھی کام لے گا۔

نفس سے کام لینے کا طریقہ

پس جبکہ آپ حضرات نے روزہ کی حکم و مصلح سمجھ لیں تو اسب اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ جو روزہ نہیں رکھتے ان کو رکھنا چاہیے اور جو رکھتے ہیں اور اس کی حقوق کی رعایت نہیں رکھتے ان کو حقوق کی طرف توجہ کرنا چاہیے اور نفس کو اس کے حال پر نہ چھوڑنا چاہیے ایک ماہ کے لیے ہی اس سے صلح کر لو اور سبھا دو

(۱) عادی (۲) رات کو لذت حاصل کرنے سے

کہ جس ایک ماہ تو اپنی خواہشات سے تائب ہوگا۔ ایک ماہ جب اس سے اس طرح کام لوگے تو انشاء اللہ کام کرنے کی عادت ہو جائیگی نفس کی مثال بچہ کی سی ہے جس طرف اس کو لگا، لگ جاتا ہے۔

والنفس كالطفل ان تهمله شب على

حب الرضاع وان تفضمه ينظم^(۱)

اس سے کام لیکر دیکھو، تم دیکھتے ہو کہ اتنے دنوں سے تم نماز روزہ کرتے ہو لیکن اثر کچھ نہیں آخرا اس کی وجہ کیا ہے وجہ یہ ہی ہے کہ لاپرواہی سے کام کرتے ہو یہ نیت نہیں ہے کہ نفس کو ہم عبادت کا خوگر بنا دیں اب ایک ماہ ہی اس نیت سے کر لو۔ دیکھو تو کیا اثر ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے نفقات کے بارہ میں یہی مضمون ارشاد فرمایا ہے ارشاد ہے۔

ومثل الذين ينفقون اموالهم ابتغاء مرضات الله و

تشبيهاً من انفسهم^(۲) الخ

مال کے خرچ کرنے کی دو وجہ ارشاد فرمائیں اول تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو طلب کرنا اور دوسرے اپنے نفس کو نیک کام پر جمانا پس اگر ہم اپنے جبرکام میں ان دونوں باتوں کی نیت رکھیں تو انشاء اللہ ہم کو یہ کھنے کا موقع نہ ہوگا کہ ہم اتنے دنوں سے روزہ نماز کرتے ہیں۔ دل میں اثر نہیں ہوتا اور اس کا نفع تم کو دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت کے لیے تو یہ اعمال صلح پر استقامت^(۳) حاصل ہو جائے گی نفس کے اندر رسوخ پیدا ہو جائے گا جس کی نسبت کہا گیا ہے الاستقامة فوق الكرامة استقامة^(۴) اور ثبات بڑی شے ہے۔ حضرت عائشہؓ اسی کی

(۱) نفس کی مثال بچے کی سی ہے اگر دودھ نہ پھر تو نہیں رہے اگر پھر دو چھوڑ دے گا (۲) ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں اللہ کی رضا کے لیے اور اپنے دل جمانے کے لیے (۳) استقامت مراد ہی (۴) مستحکم مراد ہی سے عبادت کرنا کہ اس سے بڑے درجہ کی چیز ہے

نسبت فرمائی ہیں کہ کان خلقه القرآن یعنی حضور ﷺ کا خلق قرآن تا یعنی قرآن پر عمل کرنا آپ کا فطری امر تھا۔

رمضان میں غذا کم کرنے کی ضرورت نہیں

اس کے بعد سمجھنا چاہیے کہ بعض بزرگوں نے لکھ دیا ہے کہ نفع روزہ کا اس وقت ہے کہ اور ایام سے کم کھاوے ورنہ روزہ کا کوئی نفع نہیں۔ حالانکہ کتاب و سنت میں یہ مضمون کہیں نہیں ملتا۔ اگر روزہ کا نفع اسی پر موقوف ہوتا تو حضور ﷺ ضرور کہیں نہ کہیں فرماتے یا قرآن میں کوئی آیت اس کے متعلق ہوتی بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا۔

كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر^(۱)۔

اس لیے کہ کم کھانا کوئی مجاہدہ نہیں بلکہ روزہ سے جو مجاہدہ ہوتا ہے وہ ترک عادت^(۲) کی وجہ سے ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ پیٹ سے زیادہ نہ کھائے اور بالخصوص ہمارے زمانہ میں تو کم کھانا مفید کیا منہر ہے اس لیے کہ تھوپی میں کمزور۔

کثرت مجاہدے کی خرابیاں

اور نیز تعلق حسی بھی حق تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو اس طرح کا نہیں رہا جیسا پہلے تھا اس لیے زیادہ مجاہدہ کرنے میں کئی قسم کی خرابیوں کا اندیشہ ہے اول تو عجب^(۳) پیدا ہوگا، دوسرے یہ شخص اپنے کو مستحق سمجھے گا کہ میں اتنا مجاہدہ کرتا ہوں مجھ کو ضرور کچھ ملنا چاہیے۔ تیسرے ضعف^(۴) اس قدر ہو جائے گا کہ فرائض

(۱) کھانا اور پینے والی شے کی صفائی کی سہاوی سے ممتاز ہونے (۲) عادت چھوڑنا (۳) بڑائی (۴) کمزوری

میں غلغلے آنے کا احتمال ہے کم کھانے اور کم پینے کے اندر قرب منحصر^(۱) نہیں
نفس کو تنگ نہ کرو اس سے کام لو اور بعض بزرگوں نے جو نفس کو کاڑ کھا ہے سو
یہ کا ذکر سے نہیں کفران سے ہے خوب کھاؤ پیو۔ اور کام بھی کرو۔ ی

کبیر کا شرعی علاج

دوسرا ذیل^(۲) تھا کبیر، اس اس سے جو مفاد پیدا ہوتے ہیں اس کا اثر
دوسروں تک پہنچتا ہے، اس کا حکماء نے یہ علاج کیا ہے کہ اسباب تذل^(۳) کو
اعتیار کرتے تھے ایسے ایسے طریقے لہجہ کیے کہ جس سے لوگ ان کو چھوڑیں ذلیل
سمجھیں جو گیوں اور بعض صوفیہ اہل اسلام نے بھی اس طریقہ سے اس مرض کا علاج
کیا ہے لیکن شریعت نے ہم کو اس کے خلاف یہ تعلیم فرمایا ہے۔ لا ینبغی
للمومن ان یذل نفسه یعنی مومن کو مناسب نہیں ہے کہ اپنے نفس کو
ذلیل کرے یعنی تذل للعلوق کو منع کیا ہے اور تذل للخالق کی تعلیم فرمائی ہے۔
سبحان اللہ کیا اعتدال ہے۔

شبیہ کا ازالہ

لیکن اس میں ایک بات شبہ کی ہے وہ یہ ہے کہ بڑے بڑے کے سامنے تو ہر
شخص تذل اعتبار کر لیتا ہے کمال اور تواضع تو یہ ہے کہ اپنے کو چھوٹوں سے
بھی ذلیل اور بیچ سمجھے، جو اب اس کا یہ ہے کہ جب خالق کے سامنے اپنا بیچ^(۴) اُٹھو
پیش نظر ہوگا تو اس کو لازم ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت اس کے قلب میں آوے

(۱) کم کھانے پر اللہ کا قرب موقوف نہیں (۲) دوسری خرابی (۳) ذلت کے اسباب اعتبار کیے
(۴) کھتر ہونا

گی۔ اور جب معرفت و عظمت حق تعالیٰ کی اس کو ہوگی تو چونکہ اپنے نفس کو حاجب^(۱) اور مانع جانے گا اس لیے سب سے زیادہ بیچ در بیچ^(۲) اپنے نبی کو جانے گا اور ہر ایک کو اپنے سے بہتر یقین کرے گا تو یہ مقصود بدو^(۳) اس کے کہ مخلوق کے سامنے ذلت اختیار کرے حاصل ہو جاوے گا۔ پس ثابت ہوا کہ اس مقصود کے لیے صرف تدلّل الخالق کافی ہے۔

نماز سے عاجزی پیدا ہوتی ہے

اور اس تدلّل الخالق کے واسطے ہم کو شریعت نے نماز تعلیم فرمائی ہے کہ اس کا خاصہ ہے کہ انسان کو اپنا عجز پیش نظر ہو جاتا ہے اس کو اس میں حکم ہے کہ اشرف الاعضاء کو اذل الاشیاء کے ساتھ ملاسن کر^(۴) اور یہ قاعدہ ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر برتر ہے جب یہ شخص اپنے سر کو جو کہ اشرف الاعضاء سے زمین پر رکھے گا تو ضرور اس کے اندر سے کبر کم ہوگا اور تواضع اور مسکنت پیدا ہوگی نماز کے اندر عجیب خاصیت ہے اور اس کو بڑا دخل ہے حق تعالیٰ کی معرفت اور قرب کے حاصل ہونے میں۔ اور جب حق تعالیٰ کی عظمت پیش نظر ہوگی تو اپنا بیچ^(۵) ہونا پیش نظر ہو جائے گا اور دوسرے کی طرف التفات بھی نہ ہوگا ایسی مثال ہے جیسے باتمی کے سامنے مثلاً دو چوینٹیاں ہوں تو اس کے سامنے جوتے ہوئے ایک چوینٹی دوسری کو نظر بھی نہ آوے گی یا مثلاً دوسرے^(۶) کسی جگہ آ جاوے تو تمسیدار بچارہ دکھائی بھی نہ دے گا اور نہ وہ تمسیدار کسی دوسرے تمسیدار کو حقیر یا عظیم سمجھے گا۔

(۱) رکاوٹ (۲) سب سے گتر (۳) بغیر (۴) اٹھائے انسانی جس سب سے افضل عضو سر کو سب سے ذلیل و ہست چیز یعنی زمین سے طو (۵) گتر ہوا (۶) یا ٹوٹو آجائے

ارکان نماز میں ہمارے مذاق کی رعایت ہے

اور پھر بیعت تذل^(۱) کی ہی اجازت دی ہے ورنہ اگر یہ حکم ہوتا کہ سر جھکا کر بس کھڑے رہو تو نرا مجاہدہ ہی موبتا اب مجاہدہ بھی ہے اور لذت بھی اور پھر اول سے آخر تک ایک بیعت نہیں^(۲) بنائی بلکہ اس کو مختلف افعال سے مرکب بنایا ہے۔ قیام،^(۳) رکوع، سجود، قومر،^(۴) جلد،^(۵) قعدہ،^(۶) تاکہ نشاط^(۷) رہے اگر مثلاً سجدہ ہی ہوتا یا رکوع ہی ہوتا تو نفس اکتا جاتا سبمان اللہ ہمارے مذاق کی کیا رعایت فرمائی ہے بخلاف حکماء کے مجاہدوں کے کہ وہ ایسے سنت سنت مجاہدہ کرتے تھے کہ ہر شخص سے وہ نبرد نہیں سکتے۔

تراویح غیر رمضان میں کیوں فرض نہیں

اب ایک شبہ رہا وہ یہ ہے کہ جب تراویح مجاہدہ ہے تو جیسے رمضان میں مشروع^(۱) فرمایا اور دنوں میں بھی مقرر فرمادیتے جواب یہ ہے کہ اگر اور دنوں میں نماز نہ ہوتی تو بیٹھک اس کی شان اسی کو مقتضی^(۲) تھی کہ فرض ہوتی چنانچہ حدیث میں آیا بھی ہے کہ حضور ﷺ نے کئی روز رمضان میں قیام لیل فرمایا اور تیسرے روز یا چوتھے روز آپ تشریف نہ لائے اور یہ فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے اس لیے میں نہیں آیا لیکن اور دنوں میں بھی فرض نمازیں مقرر ہیں جو مجاہدہ کے لیے کافی ہیں اس لیے رمضان ہی میں اس کو رکھا گیا اور سنت

(۱) ذلت والی شکل بنانے پر ہی اکتفا نہیں کیا (۲) اپنے ساتھ باتیں کر نیکی بھی اجازت دی (۳) ایک ہی شکل نہیں بنائی (۴) سجدہ کھڑے ہونا (۵) رکوع سے اٹھ کر کھڑے ہونا (۶) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (۷) تسکات میں بیٹھنا (۸) تاکہ ان حالتوں کے تغیر سے طبیعت خوش رہے (۹) جیسے رمضان میں ادا کی گئی کا حکم فرمایا (۱۰) اسی بات کا حکم دیا کرتی ہے

موکدہ بنا دیا گیا الحاصل ترک لذات کے لیے روزہ اور علاج کبر کے لیے نماز شریعت نے مجاہدہ مقرر فرمائے۔

اعتکاف مقرر ہونے کی وجہ

اب تیسری شے تھی خلوت جو ان کی معین^(۱) ہے حکماء کے یہاں تو برسوں بلکہ عمر بھر کی خلوت^(۲) تھی ظاہر ہے کہ اس میں سخت حرج ہے اور تعلقات اور تمدن کی سیج^(۳) کنی ہے شریعت نے سبحان اللہ اس میں عجیب رعایت رکھی ہے صرف دس دن کی خلوت مقرر^(۴) فرمائی اور اس کا نام اعتکاف رکھا اور اس میں بھی یہ نہیں کیا کہ بالکل کسی سے نہ بولو نہ ملو بلکہ اس کا ایسا اچھا طریقہ بتلادیا کہ اس میں خلوت کا جو نفع^(۵) ہے وہ بھی باقی رہے اور جو لوگ وہاں آویں ان سے لٹنے میں کچھ حرج بھی نہ ہو وہ یہ ہے کہ یہ تعلیم فرمایا کہ اعتکاف مسجد کے سوا کہیں اور جائز نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مسجد میں اپنے ہم جنس ہی آویں گے اور بچنا اختیار سے مطلوب ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے خلوت از اظہار نہ از یار^(۶) پس خلوت ان لوگوں سے ہے جو رہزن ہیں دین^(۷) کے باقی جو دین میں معین^(۸) ہیں ان کے پاس بیٹھنا تو خلوت سے بہتر ہے۔ ایسی خلوت کو خلوت پر ترجیح ہے مولانا نے عجیب لطیفہ لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسے عزیز تو جو خلوت کو مطلقاً خلوت^(۹) پر ترجیح دیتا ہے اور اس کے فضائل بیان کرتا ہے یہ

(۱) تیسری چیز تنہائی ہے جو ان ساتھ مجاہدوں کے لیے معاون ہے (۲) تنہائی (۳) تعلقات اور میل جیل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے (۴) صرف دس روز کی تنہائی مقرر فرما کر اس کا نام اعتکاف رکھا (۵) تنہائی کا فائدہ (۶) غیروں سے علیحدگی جو دوستوں سے نہ ہو (۷) دین کے چہروں سے علیحدگی و تنہائی اختیار کی جائے (۸) جو دین میں مددگار ہیں ان کے پاس بیٹھنا تنہا بیٹھنے سے بہتر ہے (۹) اسے عزیز تو جو تنہائی کو سبیل جنوں پر ترجیح دیتا ہے

بھی تو تہجد کو جلوت ہی کے بدولت علم^(۱) ہوا ہے پھر وہ جلوت پر مطلقاً کیسے راجح ہو سکتی ہے۔

دس دن کا اعتکاف ہزاروں ماہ کی خلوت سے بہتر ہو سکتی وجہ اور پھر وہ دس دن کا اعتکاف ایسے دنوں میں رکھا ہے کہ اس عشرہ میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینے اگر ریاضت مجاہدہ کرے تو وہ بات نصیب نہیں ہوتی جو اس ایک رات میں ہوجاتی ہے وہ دیکھیے خلوت کے ایام گو کم تھے مگر اس کا تدارک اس طرح کر دیا گیا۔ یہ محض تائید غیبی ہے اور نوروحی سے ہی اس کا اور اک^(۲) ہو سکتا ہے حکماء کو یہاں تک کمال رسائی ہو سکتی ہے یہ حضور ﷺ کی برکت ہے کہ ہم کو ایسا راستہ بتلایا کہ جو بہت آسان اور نفع میں سب راہوں سے بڑھ کر، یہ صاحبو غضب ہے کہ ہم اس کی قدر نہ کریں اور اس سے منتفع^(۳) نہ ہوں یہ طریقہ ہے جس سے تزکیہ نفس و تہذیب نفس ہوتی ہے اور جس پر فلاح کا وعدہ ہے۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہم کو توفیق عطا فرمائیں۔

آئیں

(۱) خلوت کی فضیلت طہاء سے سہل جہل کرتے ہی سے تو معلوم ہوتی ہیں مطلق خلوت (تسائی) جلوت (سہل جہل) سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی (۲) وہی کے نور سے آدمی یہ بات محسوس کر سکتا ہے (۳) لائدہ نہ

دینی تعلیم و تربیت کی اہمیت

نظر کردہ محمدی السنۃ حضرت اقدس شاہ مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکتبہ کا ایک سلسلہ قائم ہے، جو کہ ثقافت و استغناء اور توکل علی اللہ کو اپنا سرما یہ بنائے ہوئے دینی تعلیم و تربیت کے اہم کام میں مصروف ہیں۔ ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور پوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیات ایمانی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک درمیں باب ہے۔ اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا کمال نہیں ہے، اساتذہ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے چنانچہ اس کی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکتبہ کو جدید تعلیم کے لئے استعمال کیا جائے جو کہ ملک و ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں تعلیم اہل سنت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تانوی نور اللہ مرحوم کا درج ذیل ارشاد گرامی مشمل راہ ہے۔

”اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لئے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق مقصود نہیں۔ دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرت اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی بقا ہر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے۔ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ:

”مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے اس لئے گویا قوت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیہ سٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا اور رسول ﷺ صواب اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر یہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو پاسے گئے اور گرسے۔

مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان کا ماہانہ جریدہ

الصیانتہ کا تعارف

الصیانتہ مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان کا ترجمان ہے جس کے بانی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں!

الصیانتہ سلف صالحین کے علوم و فیوض کا ترجمان ہے!

الصیانتہ باطل ظالمینوں میں روشنی کا مینار ہے!

الصیانتہ میں وہ مضامین شائع کئے جاتے ہیں جن کی عموماً مسلمانوں کے پرٹھے کو ذہنی لحاظ سے ضرورت ہے اور ان کا فائدہ عام ہے۔

الصیانتہ میں وہ مضمون شائع ہوگا جو شرفِ عامتہ ہوگا۔

الصیانتہ بفضلِ تعالیٰ پاکستان کے علاوہ دیگر ملکوں، انڈیا، افریقہ، سعودی عرب انگلینڈ، بنگلہ دیش اور فرانس بھی جاتا ہے۔

الصیانتہ میں اشتہارات دے کر آپ مجلس اور صیانتہ کی دینی اور تبلیغی جدوجہد میں موثر حصہ لے سکتے ہیں۔

الصیانتہ مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی کے زیرِ ادارت ہر ماہ عیسوی کی ۱۵ تاریخ

کو شائع ہوتا ہے۔ سالانہ چندہ: ۱۲۰ روپے۔ فی پرچہ: ۱۲ روپے

مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان جہاں شرفیہ فیروز پور روڈ۔ لاہور
۷۵۸۱۵-۴

سلام

مسجد نبوی کے ہر دیوار و ہر در کو سلام
 گنبد خضرا کو اور محراب و منبر کو سلام
 مدینہ کو خوض صدیق اکبر کو سلام
 روضہ جنت کی بوئے مشک و عنبر کو سلام
 سامنے آکر مواجہ میں پیسبر کو سلام
 پھر ابوبکر و عمر کی روح اطہر کو سلام
 صفہ اصحاب کو اور خوض جبریل کو
 اور پس محراب حناہ کے منظر کو سلام
 وہ ریاض الجنہ کے سب اسطوانات کریم
 ان کی عظمت کو سلام، ان کے مقدر کو سلام
 مسجد نبوی کے صدقے اس مقدس شہر کے
 ہر گلی کوچے کو ہر دیوار و ہر در کو سلام
 یہ مدینہ رحمتوں کا بحر نا پیدا کنار
 رحمت للعالمین کے اس سمندر کو سلام
 جس زمین کو تیری پاپوسی کا حاصل ہو شرف
 اس زمین کے ذرہ ذرہ کے مقدر کو سلام
 یہ جو خوابیدہ ہیں عارف زیر آغوش اُحد
 ہاں شہیدانِ اُحد کی روح اطہر کو سلام
 مشرف علی عارف تمانوی غفر اللہ لہ

